﴿بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾ ﴿......اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ﴾(آل عمران:۷۴) ﴿......عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (بنی اسرائیل:۸۰)

الفضل

ہفت روزہ — انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :– نصیر احمد قمر

جلد ۱۰ — جمعۃ المبارک ۱۶؍ مئی ۲۰۰۳ء — ۱۴؍ ربیع الاول ۱۴۲۴ ہجری قمری — ۱۶؍ ہجرت ۱۳۸۲ ہجری شمسی — شمارہ ۲۰

احسان کا بدلہ

حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:۔ جو تمہارے ساتھ احسان کرے اس کا بدلہ دو اور اگر تم اس کا بدلہ چکانے سے عاجز ہو تو اس کے لئے دعا کرو تا کہ وہ جان لے کہ تم نے اس کا شکریہ ادا کیا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ شکر گزاروں کو پسند کرتا ہے۔

(المعجم الاوسط للطبرانی۔ جلد ۱ صفحہ ۴۵)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام﴾

علمی تجارب کے ذریعہ سے ہر ایک عارف کو ماننا پڑا ہے کہ دعا کا قبولیت کے ساتھ ایک رشتہ ہے

دعا اسی حالت میں دعا کہلاسکتی ہے کہ جب درحقیقت اس میں ایک قوّت کشش ہو اور واقعی طور پر دعا کرنے کے بعد آسمان سے ایک نُور اترے جو ہماری گھبراہٹ کو دور کرے اور ہمیں انشراح صدر بخشے اور سکینت اور اطمینان عطا کرے

حقیقی عبادت اور حقیقی ثواب وہی ہے جس کے اسی دنیا میں انوار اور برکات محسوس بھی ہوں

’’یہ بات یاد رہے کہ اگرچہ قضاوقدر میں سب کچھ مقدر ہو چکا ہے مگر قضاوقدر نے علوم کو ضائع نہیں کیا۔ سو جیسا کہ باوجود تسلیم مسئلہ قضاوقدر کے ہر ایک کو علمی تجارب کے ذریعے سے ماننا پڑتا ہے کہ بے شک دواؤں میں خواص پوشیدہ ہیں اور اگر مرض کے مناسب حال کوئی دوا استعمال ہو تو خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے بے شک مریض کو فائدہ ہوتا ہے۔ سو ایسا ہی علمی تجارب کے ذریعہ سے ہر ایک عارف کو ماننا پڑا ہے کہ دعا کا قبولیت کے ساتھ ایک رشتہ ہے۔ ہم اس راز کو معقولی طور پر دوسروں کے دلوں میں بٹھا سکیں یا نہ بٹھا سکیں مگر کروڑ ہا راستبازوں کے تجارب نے اور خود ہمارے تجربہ نے اس مخفی حقیقت کو ہمیں دکھلا دیا ہے کہ ہمارا دعا کرنا ایک قوتِ مقناطیسی رکھتا ہے اور فضل اور رحمتِ الٰہی کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ نماز کا مغز اور روح بھی دعا ہی ہے جو سورۂ فاتحہ میں ہمیں تعلیم دی گئی ہے۔ جب ہم اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کہتے ہیں تو اس دعا کے ذریعہ سے اس نور کو اپنی طرف کھینچنا چاہتے ہیں جو خدا تعالیٰ سے اُترتا اور دلوں کو یقین اور محبت سے منوّر کرتا ہے۔

بعض لوگ جلدی سے کہہ دیتے ہیں کہ ہم دعا سے منع نہیں کرتے مگر دعا سے مطلب صرف عبادت ہے جس پر ثواب مترتب ہوتا ہے۔ مگر افسوس کہ یہ لوگ نہیں سوچتے کہ ہر ایک عبادت جس کے اندر خدا تعالیٰ کی طرف سے روحانیت پیدا نہیں ہوتی اور ہر ایک ثواب جس کی محض خیال کے طور پر کسی آئندہ زمانہ پر اُمید رکھی جاتی ہے وہ سب خیال باطل ہے۔ حقیقی عبادت اور حقیقی ثواب وہی ہے جس کے اسی دنیا میں انوار اور برکات محسوس بھی ہوں۔ ہماری پرستش کی قبولیت کے آثار یہی ہیں کہ ہم عین دعا کے وقت میں اپنے دل کی آنکھ سے مشاہدہ کریں کہ ایک تریاقی نور خدا سے اُترتا اور ہمارے دل کے زہریلے مواد کو کھوتا اور ہمارے پر ایک شعلہ کی طرح گرتا اور فی الفور ہمیں ایک پاک کیفیت انشراح صدر اور یقین اور محبت اور لذّت اور اُنس اور ذوق سے پُر کر دیتا ہے۔ اگر یہ امر نہیں ہے تو پھر دعا اور عبادت بھی ایک رسم اور عادت ہے۔ ہر ایک دعا، گو ہماری دنیوی مشکل کشائی کے لئے ہو مگر ہماری ایمانی حالت اور عرفانی مرتبت پر گزر کر آتی ہے۔ یعنی اوّل ہمیں ایمان اور عرفان میں ترقی بخشتی ہے اور ایک پاک سکینت اور انشراح صدر اور اطمینان اور حقیقی خوشحالی ہمیں عطا کر کے پھر ہماری دنیوی مکروہات پر اپنا اثر ڈالتی ہے اور جس پہلو سے مناسب ہے اس پہلو سے ہمارے غم کو دور کر دیتی ہے۔ پس اس تمام تحقیقات سے ثابت ہے کہ دعا اُسی حالت میں دعا کہلاسکتی ہے کہ جب درحقیقت اس میں ایک قوّتِ کشش ہو اور واقعی طور پر دعا کرنے کے بعد آسمان سے ایک نور اُترے جو ہماری گھبراہٹ کو دور کرے اور ہمیں انشراح صدر بخشے اور سکینت اور اطمینان عطا کرے۔

ہاں حکیم مطلق ہماری دعاؤں کے بعد دو طور سے نصرت اور امداد کو نازل کرتا ہے۔ (۱) ایک یہ کہ اُس بلا کو دور کر دیتا ہے جس کے نیچے ہم دب کر مرنے کو تیار ہیں۔ (۲) دوسرے یہ کہ بلا کی برداشت کے لئے ہمیں فوق العادت قوت عنایت کرتا ہے بلکہ اُس میں لذّت بخشتا ہے اور انشراح صدر عنایت فرماتا ہے۔ پس ان دونوں طریقوں سے ثابت ہے کہ دعا سے ضرور نصرتِ الٰہی نازل ہوتی ہے‘‘۔ (ایام الصلح، روحانی خزائن جلد ۱۴۔ صفحہ ۲۴۰۔۲۴۲)

گزشتہ دنوں جس طرح پوری جماعت اللہ کے حضور گریہ وزاری کرتے ہوئے جھکی اور اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے ہماری خوف کی حالت کو امن میں بدل دیا

اس پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی اس پیاری جماعت نے جس خوشی اور اللہ تعالیٰ کی حمد کا اظہار کیا ہے وہ اس جماعت کا ہی خاصہ ہے۔

مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس پیاری جماعت سے بہت پیار ہے۔

(خلاصہ خطبہ جمعہ ۲؍ مئی ۲۰۰۳ء)

(لندن ۲؍ مئی): حضرت امیر المومنین مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج خطبہ جمعہ مسجد فضل لندن میں ارشاد فرمایا۔ تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد آیت کریمہ ﴿وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِھِمْ مِّنْ غِلٍّ......﴾ (سورۃ الاعراف:۴۴) کی تلاوت کی اور ترجمہ پیش کیا جس میں خدا تعالیٰ کی حمد کا مضمون بیان کیا گیا ہے۔ حضور ایدہ اللہ نے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے ارشادات کے حوالہ سے بتایا کہ حمد اس تعریف کو کہتے ہیں جو کسی مستحقِ تعریف کے اچھے فعل پر کی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے لفظ حمد میں ان صفات کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ جو اس کے ازلی نور میں پائی جاتی ہیں۔

حضور انور نے فرمایا جب مومن کی دعا اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور فضلوں کی وجہ سے قبولیت کا درجہ پاتی ہے تو پھر بے اختیار مومن کا دل اللہ تعالیٰ کی حمد کے ترانے گانے لگتا ہے۔ گزشتہ دنوں جس طرح پوری جماعت اللہ کے حضور گریہ وزاری کرتے ہوئے جھکی اور اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے ہماری خوف کی حالت کو امن میں بدل دیا اس پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی اس پیاری جماعت نے جس خوشی اور اللہ تعالیٰ کی حمد کا اظہار کیا ہے وہ

اس جماعت کا ہی خاصہ ہے۔آج پوری دنیا میں سوائے اس جماعت کے اور کہیں یہ اظہار نہیں مل سکتا۔حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی سچائی کا اس دور میں یہی نشان کافی ہے۔ دل اللہ تعالیٰ کی حمد سے بھر جاتا ہے کہ کس طرح ایک شخص جو سینکڑوں ہزاروں میل دور ہے صرف اور صرف خدا کی خاطر خلیفۂ وقت سے اظہار محبت و پیار کر رہا ہے اور یہی صورت ادھر بھی قائم ہوجاتی ہے۔ایک بجلی کی رو کی طرح فوری طور پر وہی جذبات جسم میں سرایت کر جاتے ہیں۔لیکن ان جذبات اور احساسات کو ہم نے وقتی نہیں رہنے دینا بلکہ دعا اور اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ اس کی اعلیٰ سے اعلیٰ مثالیں رقم کرنے کا عہد کرنا چاہئے۔ہم اس رسول ﷺ کے ماننے والے ہیں جس نے عسر اور یسر میں اللہ تعالیٰ سے وفا اور اس کی حمد کی اعلیٰ ترین مثال قائم کی۔حضور ایدہ اللہ نے یہاں وہ واقعہ بھی بیان کیا کہ کس طرح آنحضور ﷺ فتح مکّہ کے وقت مکہ میں داخل ہوئے۔

حضور ایدہ اللہ نے حضرت مسیح موعودؑ کا ایک الہام پیش کیا کہ اس خدا کی تعریف ہے جس نے میرا غم دور کیا اور مجھ کو وہ چیز دی جو اس زمانہ کے لوگوں میں سے کسی کو نہیں دی۔حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں حمد کے مضمون کو پوری طرح سمجھنے کی توفیق دے اس کے بعد حضور انور نے اس بارہ میں کچھ احادیث بھی پیش فرمائیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: دو ایسے کلمات ہیں جو زبان پر بہت ہلکے ہیں لیکن میزان میں بہت بھاری ہوں گے اور خدائے رحمان کو بہت محبوب ہیں وہ کلمات یہ ہیں: ''سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْم ''۔حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ کرے کہ اس جماعت میں کوئی ایسا فرد نہ ہو جو ہر حال میں خدا کا شکر ادا کرنے والا نہ ہو۔

کامیابی پر سجداتِ شکر بجالانے کی نصیحت کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں۔واجب اور ضروری ہے کہ ہر کامیابی پر مومن خدا تعالیٰ کے حضور سجدات شکر بجالائے۔آپ فرماتے ہیں جب اتمام نعمت کے باعث حمد اپنے کمال کو پہنچ جائے تو وہ کاملِ محبت کی جاذب بن جاتی ہے اور ایسا محسن اپنے محبوں کی نظر میں بہت قابلِ تعریف اور محبوب بن جاتا ہے اور یہ صفت رحمانیت کا نتیجہ ہے۔ جب اس کا کوئی بندہ اپنی خواہشات کا چولہ اتار پھینکتا ہے اپنے جذبات سے الگ ہوجاتا ہے اپنے تمام اوقات میں اس کی حمد کرتا ہے تو اس وقت وہ شخص عالَمین میں سے ایک عالَم بن جاتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک بات اور کہنا چاہتا ہوں اور یہ وصیت کرتا ہوں کہ تمہارا اعتصام حبل اللہ کے ساتھ ہو۔قرآن کریم تمہارا دستور العمل ہو۔ باہم کوئی تنازع نہ ہو۔تمہاری حالت اپنے امام کے ہاتھ میں ایسی ہو جیسے میّت غسّال کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔تم اپنے آپ کو امام کے ساتھ ایسا وابستہ کرو جیسے گاڑیاں انجن کے ساتھ اور پھر ہر روز دیکھو کہ ظلمت سے نکلتے ہو یا نہیں۔استغفار کثرت سے کرو اور دعاؤں میں لگے رہو۔وحدت کو ہاتھ سے نہ دو۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو ہمیشہ خلافت سے وابستہ رکھے۔حضور نے فرمایا کہ گزشتہ خطبہ میں میں نے ایک دوست کے خط کا ذکر کیا تھا اس پر بعض احباب نے بہت زیادہ ردّعمل کا اظہار کیا ہے۔میں اس دوست کو ذاتی طور پہ جانتا ہوں۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے مخلص خاندان کے مخلص فرد ہیں لیکن اپنی سمجھ کے مطابق جو انہوں نے سمجھا اس کا اظہار کیا۔لیکن مجھے خطرہ تھا کہ ہمدردی کا لبادہ اوڑھ کر یہ ذکر مجلسی رنگ نہ اختیار کر جائے۔ خطوط کا ایک سلسلہ ہے جس میں حوصلہ دلایا جاتا ہے۔جزاک اللہ لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنی ذات کے لئے مجھے مکمل حوصلہ ہے۔لیکن جماعت کی تربیت کی خاطر بعض باتیں کہنی پڑتی ہیں۔مجھے بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس پیاری جماعت سے بہت پیار ہے اور سختی یا نرمی کے مواقع اللہ تعالیٰ کے فضل سے اچھی طرح جانتا ہوں اور انشاء اللہ تعالیٰ اس کی دی ہوئی توفیق سے فیصلے کرنے کی کوشش کروں گا۔اللہ تعالیٰ اپنی رضا کے مطابق کام کرنے کی مجھے توفیق دے۔لیکن پھر یہ بڑے پیار سے عرض کردوں کہ جو جماعت کے لئے بہتر سمجھوں گا ضرور کہوں گا۔جب کہہ دیا ہے تو جماعت کے مفاد میں ہوگا۔اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا، علیم ہے قدرتوں کا مالک ہے وہ آپ ہی میرے دل سے خیال نکال دے گا۔ مجھے اس بارہ میں کسی کے اس تبصرہ کی ضرورت نہیں کہ کیوں کہا۔ہاں حالات سے باخبر رکھیں تاکہ تربیتی نقطۂ نظر سے جہاں کہیں کچھ کہنے کی ضرورت ہو کہہ سکوں۔ویسے بھی اس بات کا ذکر اب آئندہ خطوط میں ختم ہونا چاہئے۔ ہاں اپنے اخلاص وفا اور پیار کا اظہار کریں۔اللہ تعالیٰ کی حمد کے گیت گائیں اور اسی کی حمد کرتے ہوئے دعا کرتے ہوئے اس قافلے کو آگے بڑھاتے چلے جائیں۔

اعلان نکاح

(لندن۔۲۷؍اپریل ۲۰۰۳ء) سیدنا حضرت امیر المومنین مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج بعد نماز عصر پانچ بج کر بارہ منٹ پر اپنے دور خلافت کے پہلے نکاح کا اعلان فرمایا۔حضور ایدہ اللہ نے خطبہ مسنونہ اور آیات قرآنیہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

''اس وقت جس نکاح کا اعلان کرنا مقصود ہے وہ مکرم ڈاکٹر نظام الدین صاحب بدھن کے بیٹے عزیز بشیر الدین محمود احمد کا ہے۔ڈاکٹر نظام الدین بدھن صاحب نصرت جہاں اسکیم کے تحت افریقہ میں خدمات بجالا رہے ہیں۔اور جس بچی کے ساتھ یہ نکاح ہے وہ عزیزہ صبیحہ روز قریشی بنت مکرم محمد ارشد قریشی صاحب ساکن لندن۔یہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایم ٹی اے میں کام کر رہی ہیں اور اچھی خدمت کرنے والی بچی ہیں۔اللہ تعالیٰ یہ نکاح ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے اور فریقین کو تقویٰ کو مدّنظر رکھتے ہوئے ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ یہ نکاح طے ہوا ہے ۱۸ ہزار پونڈ حق مہر پر۔دولہن کے ولی مکرم محمد ارشد قریشی صاحب بھی موجود ہیں اور بشیر الدین صاحب بھی''۔

اس کے بعد حضور ایدہ اللہ نے ایجاب وقبول کروایا۔اور آخر پر فرمایا:''دعا کریں اللہ تعالیٰ ہر جہت سے اس رشتے کو بابرکت فرمائے''۔اس کے ساتھ ہی حضور نے ہاتھ اٹھا کر خاموش دعا کروائی۔

میں دل کی بات کہوں تو سنے اگر......اے دوست

(بروفات حضرت مرزا طاہر احمدؒ خلیفۃ المسیح الرابع)

چمک رہے ہیں بھنور آنسوؤں کے ، پانی میں
اجل نے ڈالی گرہ ہجر کی......روانی میں
محبتوں کی غریب الوطن کہانی میں
وہ دلنواز ابھی بزمِ رنگ و بُو میں تھا
وہ خوابِ یکتا ابھی چشمِ آرزو میں تھا

مرا حبیب، مری جاں وہ آفتاب مرا
مرا چراغِ شب غم، وہ ماہتاب مرا
مرا پپیہا، وہ ساغر مرا، سحاب مرا
لگا کے باغِ محبت یہ کیا کیا اس نے
فضائے جاں ہی کا موسم بدل دیا اُس نے

پھٹی زمیں نہ کہیں سر پہ آسمان گرا
چلی ہوائے مشیّت تو بجھ گیا ہے دیا
عجب تماشہ ہے بے بس کھڑے ہیں اہلِ وفا
حلق میں اشک ٹپکتے ہیں غم نے گھیرا ہے
دہائی دیتی ہیں آنکھیں بہت اندھیرا ہے

یہ منزلوں کی اداسی، یہ خواہشوں کے کھنڈر
یہ رہ ٹٹولتے جذبے ، یہ جان لیوا خبر
سرِ وجود یہ کیا ہو گیا ہے زیر و زبر
نہ کام آئی ہیں قسمیں، نہ زورِ عشق چلا
بس آئی ایک صدا سی ، ''وہ جانِ جاں تو گیا''

ہزار رحمتیں نازل ہوں جانے والے پر
ہمارے درد کو اپنا بنانے والے پر
ہمارے ناز اٹھا کے رلانے والے پر
وہ چارہ گر کہ ہر اک زخم کا رفوگر تھا
مرا تو ہونا بھی شاید اُسی کے بل پر تھا

حکیم و عالم و شاعر، خطیب و شاہ گیا
نظر تھی جس کی اُلوہی وہ خوش نگاہ گیا
دکھا کے شانِ ادا ، حسن بے پناہ گیا
گیا وہ جس کے سبھی رنگ تھے گلستاں میں
نہیں ہے جس کی طرح کوئی اور خوباں میں

جہانِ خاک میں ناپائیدار ہونا بھی
عجیب دکھ ہے یہ مُشتِ غبار ہونا بھی
کسی کے عشق میں بے اختیار ہونا بھی
میں دل کی بات کہوں تو سنے اگر ......اے دوست!
رضائے مولیٰ پہ راضی تو ہوں مگر...... اے دوست!

(جمیل الرحمان۔ہالینڈ)

علّامہ اقبال کے ''زرخیز'' دماغ کی فلسفیانہ اُپج
انقطاع نبوت کی ایک انوکھی اور یکسر نرالی تشریح

(مسعود احمد خان دھلوی)

(دوسری و آخری قسط)

مغربی فلسفی کو جدید نبی کا نام دینے والا مشرقی فلسفی

جب ختم نبوت کے ذریعہ فیضان محمدیؐ کے اجراء اور نئے حالات میں فیضان محمدیؐ سے مستنیر نئی آسمانی رہنمائی کی راہیں اپنے پر بند کرلیں اور علامہ نے کلیۃً اپنے آپ کو مغربی فلسفیوں کی نت نئی فکر نو کے حوالے کردیا تو وہ ایک فلسفی کی فکری رہنمائی سے ایسے متأثر ہوئے کہ اسے جدید نبی کا خطاب دے ڈالا۔ یہ فلسفی تھا Nietsche۔ وہ دوسرے فلسفیوں کی طرح خدا کی ہستی پر یقینی علم سے عاری ہونے کے باعث دہریہ ہی تھا۔ علامہ اپنے چوتھے لیکچر میں اس کے ''پیغمبرانہ'' نظریہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

There is however, in the history of modern thought one positive view of immorality- I mean Nietsche's doctrine of Eternal Recurrence. This view deserves some consideration, not only because Nietsche has maintained it with a prophetic fervour, but also because it reveals a real tendency in the modern mind. The idea occured to several minds about the time when it came to Nietsche's like a poetic inspiration and the germs of it are also found in Herbert Spencer. It was really the power of idea rather its logical demonstration that appealed to this modern prophet."

(Six Lectures pp 158-159)

ترجمہ: جدید افکار و خیالات کی تاریخ میں حیات جاودانی سے متعلق ایک مثبت نوعیت کا نظریہ بھی ملتا ہے۔ میری مراد نٹشے کے ''اعادۂ ابدی'' کے نظریہ سے ہے۔ (اس نظریہ کی رو سے وہ اس امر کا قائل تھا کہ ہر زمانہ میں کوئی نہ کوئی سُپر مین منظر عام پر آتا رہتا ہے۔ مترجم) یہ نظریہ کسی قدر غور و فکر کا متقاضی ہے اس لئے نہیں کہ نٹشے نے اسے پیغمبرانہ جذبہ و جوش کے ساتھ اپنایا بلکہ اس لئے کہ اس سے زمانہ جدید کے ایک حقیقی ذہنی رجحان کی نشاندہی ہوتی ہے۔ جس زمانہ میں یہ نظریہ نٹشے کے دماغ میں آیا اس وقت اسی نوعیت کا خیال بہت سے دماغوں میں شاعرانہ تخیل کے طور پر بھی ابھرا تھا اور اس کے آثار ہربرٹ سپنسر کے ہاں بھی پائے جاتے ہیں۔ یہ اس نظریہ کے پس پردہ کارفرما زبردست قوت تھی نہ کہ محض اس کا منطقی استدلال جس نے اس جدید نبی کو متأثر کیا''۔

علامہ اقبال نے جس مغربی فلسفی (یعنی نٹشے) کو جدید نبی قرار دیا اس کی دماغی حالت جس انجام سے دوچار ہوئی اس کے متعلق آکسفورڈ ڈکشنری کی زبانی سنئے۔ اس میں یہ لکھا ہے:

"Period of creativity began in 1872 and lasted until 1889 when his mental instability developed into insanity."

{The Oxford English Reference Dictionary. Second Edition 1996 p.981. Under the name ,Nietzche (1844-1900).}

ترجمہ: (نٹشے کی) تخلیقی کارکردگی کا آغاز ۱۸۷۲ء میں ہوا اور اس کا سلسلہ ۱۸۸۹ء تک جاری رہا جبکہ اس کے دماغ کی عدم استحکام کی کیفیت بڑھ کر دیوانگی میں تبدیل ہوگئی۔

جہاں تک علامہ اقبال کے اس 'ماڈرن پرافٹ' (جدید نبی) کے دیوانہ اور پاگل ہونے کے بارہ میں سال ۱۸۸۹ء کا تعلق ہے اس امر کا ذکر خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ یہی وہ سال ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو اس زمانہ میں پیدا کردہ فساد و بگاڑ کو دور کرنے اور احیائے اسلام کے ذریعہ اسے از سرنو غالب کرنے کی غرض سے آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق مسیح موعود و مہدی موعود کی حیثیت سے مبعوث فرمایا اور اس طرح دنیا میں پھیلے ہوئے اخلاقی فساد و بگاڑ کے ساتھ ساتھ دہریت پر مبنی مغربی فلسفہ کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی منجانب اللہ بنیاد پڑی اور اس کی بجائے اس سچے اور حقیقی فلسفہ کو دنیا میں پھیلانے کی مہم کا آغاز ہوا جسے اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ آخری اور کامل شریعت قرآن مجید نے پیش کیا ہے۔

عقیدۂ ختم نبوت کو آنحضرت ﷺ کی تاقیامت جاری رہنے والی نبوت کے فیضان کے آئندہ زمانوں میں اجراء کے کلی انقطاع پر محمول کرنے کا ہی یہ نتیجہ ہے کہ علامہ اقبال جیسا مغربی فلسفہ کا شیدائی اور اپنے دور کا بہت بلند پایہ شاعر اولاً فلسفیانہ فکر انسانی کو خاتمیت اور انقطاع سے مبرّا تسلیم کرنے پر آمادہ ہوا اور پھر اس حد تک آگے بڑھا کہ اس نے ایک مغربی فلسفی کے ایک خاص نظریہ کو پیغمبرانہ جذبہ و جوش کا حامل قرار دے کر دہریت کے علمبردار اس مغربی فلسفی کو اس امر کے باوجود کہ وہ ۱۸۸۹ء میں عقل سے عاری ہوکر جنون کے مرض میں مبتلا ہو چکا تھا ''جدید نبی'' قرار دے ڈالا۔ العیاذ باللّٰہ۔

علامہ اقبال ایسے بلند پایہ فلسفی نے فلسفہ جدید سے والہانہ تعلق کی بنا پر دین میں ایک انتہائی قابل اعتراض مداخلت یہ روا رکھی کہ انہوں نے خاتم النبیین حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کی اس مہتم بالشان پیشگوئی کو صحیح ماننے سے انکار کردیا جس کی رو سے آنحضورؐ نے فرمایا تھا کہ آخری زمانہ میں جب فساد و بگاڑ اپنی انتہا کو پہنچ جائے گا تو اللہ تعالیٰ اسے دور کرنے اور اسلام کو اس کی اصل شکل میں از سرنو غالب کرنے کی غرض سے آپؐ کے ایک فرزند جلیل کو مسیح موعود و مہدی مسعود کی حیثیت سے مبعوث فرمائے گا۔

اس انکار کی وجہ علامہ نے یہ بیان کی کہ نعوذ باللہ یہ ایک مجوسی عقیدہ ہے جسے بعد کے علماء نے آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب کر کے خواہ مخواہ اپنا لیا۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ علامہ اقبال آخری زمانہ میں مسیح موعود و مہدی معہود کی بعثت سے متعلق آنحضرت ﷺ کی احادیث مبارکہ کو درست تسلیم کرنے سے منحرف ہوگئے۔ جب ان کے نظریہ کے مطابق کسی نے آنا ہی نہیں تھا تو دہریت کے علمبردار ایک فلسفی کو جوش عقیدت میں ''ماڈرن پرافٹ'' (جدید نبی) تو نہ قرار دیتے۔ علامہ نے بعثت مسیح موعود کو مجوسی عقیدہ قرار دینے کا ذکر اپنے پانچویں خطبہ کے آخر میں کیا ہے۔

استقرائی عقل کی الٹی زقند

یہ استقرائی عقل کی الٹی زقند ہی تھی جس نے علامہ اقبال جیسے عظیم فلسفی سے نبوت کو Leading Strings (پُتلیاں نچانے والی ڈوریاں) قرار دلوا کر اور ائمہ سلف کے مسلک کے برخلاف نبوت کی ہر قسم کو ختم کرا کے اپنی طرف سے مسلمانوں کو ان بندشوں اور سہاروں سے آزاد کرا دیا۔ ان کے فلسفی دماغ کا کہنا یہ ہے کہ انسانی ذہن ایسی کامل بلوغت حاصل کرچکا ہے کہ اسے اب مزید آسمانی رہنمائی کی شکل میں خارجی سہاروں اور حرکت میں لانے والی ڈوریوں کے اشارہ کی حاجت نہیں رہی تھی۔ اور اس لئے نہیں رہی تھی کہ مستقبل میں پیش آنے والے چیلنجوں کا مسلمان اپنی استقرائی عقل کے بل پر کامیابی سے مقابلہ کرنے کے قابل بن گئے تھے تو اس کا لازمی نتیجہ نکلنا چاہئے تھا کہ مسلمان کبھی نہ بگڑتے اور زوال پذیر نہ ہوتے بلکہ آگے ہی آگے بڑھتے چلے جاتے اور دنیا والوں کی نگاہیں رہنمائی کے لئے ان کی طرف اٹھتیں۔ لیکن چونکہ ایسا نہیں ہوا یعنی مسلمان بگڑے اور اس طرح بگڑتے چلے گئے کہ آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق یہود کے نقش قدم پر چل نکلے حتی کہ خود علامہ اقبال کو کہنا پڑا۔

شور ہے ہو گئے دنیا سے مسلماں نابود
ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کہیں مسلم موجود؟
وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں! جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود
یوں تو سید بھی ہو، مرزا بھی ہو، افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو، بتاؤ تو مسلمان بھی ہو

علامہ موصوف کے اس واضح اقرار کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسانی ذہن کی پختگی اور بلوغت کا نظریہ استقرائی عقل کی الٹی زقند کے مترادف تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے اپنے آپ کو خدائی رہنمائی سے محروم کرلیا اور آج تک استقرائی عقل پر حصر کر کے ٹامک ٹوئیاں مارتے چلے آرہے ہیں اور راہِ نجات دُور دُور تک کہیں نظر نہیں آرہی۔

ظہور تقدیر الٰہی کی مخالفت کا انجام

علامہ اقبال نے ظہورِ مسیح و مہدی کے عقیدے کو مجوسی عقیدہ قرار دے کر اور اس سے متعلق آنحضرت ﷺ کی جملہ احادیث کو موضوعی ٹھہرا کر ایک ایسے زمانہ میں ان کا انکار کیا جبکہ خدا تعالیٰ آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی کے عین مطابق امت مسلمہ کی اصلاح اور اسلام کو ساری دنیا میں غالب کرنے کی غرض سے موعود مسیح و مہدی کو مبعوث فرما چکا تھا اور وہ دفاع اسلام کا فریضہ نہایت جوانمردی اور کامیابی کے ساتھ سرانجام دے رہا تھا۔ اور وہ خبردار کرچکا تھا کہ مغربی قومیں دو طرح سے اسلام پر حملہ آور ہو رہی ہیں، ایک عیسائیت کو اسلامی ملکوں میں پھیلا کر، دوسرے دہریت پر مبنی فلسفہ کا پڑھے لکھے لوگوں کو شکار بنا کر۔ اور ان کی یہ دہریت صرف ہستی باری تعالیٰ کے انکار تک محدود نہیں ہے بلکہ فلسفہ کے گمراہ کن استدلال کے زور پر وہ خدا کی خدائی پر خود قابض ہونے کی لاحاصل کوششوں میں مصروف ہیں۔ چنانچہ آپ نے مسلمانوں کو مذہبی فلسفہ کے پرزور حملہ اور اس کے زہریلے اثرات سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا:۔

''یہ کارروائیاں خلق اللہ کے اغوا کے لئے ہزارہا پہلو سے جاری کی گئی ہیں جن کے لکھنے کے لئے بھی ایک دفتر چاہئے اور ان میں مخالفین کو کامیابی بھی ایسی اعلیٰ درجہ کی ہوئی ہے کہ دلوں کو ہلا دیا ہے اور ان کے مکروں نے عام طور پر دلوں پر سخت اثر ڈالا ہے اور ان کی طبیعی اور فلسفہ نے ایسی شوخی اور بیبا کی کا تخم پھیلا دیا ہے کہ گویا ہر ایک شخص اس کے فلسفہ دانوں میں سے اَنَــا الرَّبْ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ پس جاگو اور اٹھو، دیکھو کہ یہ کیسا وقت آگیا ہے اور سوچو کہ یہ موجودہ خیالات توحید محض کے کس قدر مخالف ہیں یہاں تک کہ خدا تعالیٰ کی قدرت کا خیال بھی ایک بڑی نادانی کا طریق سمجھا جاتا ہے اور تقدیر کے لفظ کو منہ پر لانے والا بیوقوف کہلاتا ہے اور فلسفی دماغ کے آدمی دہریت کو پھیلاتے جاتے ہیں اور اس فکر میں لگے ہوئے ہیں کہ تمام کُل الوہیت کی کسی طرح ہمارے ہاتھ میں ہی آجاوے۔ ہم ہی جب چاہیں وباؤں کو دور کر دیں، موتوں کو ٹال دیں اور جب چاہیں بارش برساویں، کھیتی اگالیں اور کوئی چیز ہمارے قبضہ قدرت سے باہر نہ ہو۔ سوچو اس زمانہ میں ان بے راہیوں کا کچھ انتہا بھی ہے۔ ان آفتوں نے اسلام کے دونوں بازوؤں پر تبر رکھ دیا ہے۔ اے سونے والو بیدار ہو جاؤ، اے غافلو! اٹھ بیٹھو کہ ایک انقلاب عظیم کا وقت آگیا۔ یہ رونے کا وقت ہے نہ سونے کا، اور تضرع کا وقت ہے نہ ٹھٹھے اور ہنسی کا اور تکفیر بازی کا۔ دعا کرو کہ خداوند کریم تمہیں آنکھیں بخشے تا تم موجودہ ظلمت کو بھی بتمام و کمال دیکھ لو اور اس نور کو بھی جو رحمت الٰہیہ نے اس ظلمت کو مٹانے کے لئے تیار کیا ہے''۔

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۳-۵۴)

ایسی بلندی، ایسی پستی

ابتداء میں بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ڈاکٹر اقبال کو اچھی خاصی عقیدت تھی اور وہ آپ کے مقام اور احیاء و تجدید اسلام کے رفیع الشان کام کے دل سے مداح تھے۔ لیکن بعد ازاں جب وہ مغربی فلسفہ کی تعلیم میں منہمک ہوئے اور ان کے بڑے بھائی محترم عطا محمد صاحب نے جو مخلص احمدی تھے ان کے جملہ تعلیمی اخراجات اپنی جیب سے ادا کئے اور اس طرح یورپ کی

رنگین فضا میں انہوں نے کئی سال گزارے (وہاں کی رنگینیوں کے واقعات کتابوں میں درج ہیں ۔مثال کے طور پر ملاحظہ ہو کتاب ''حیات اقبال'' مرتبہ طاہر تونسوی مکتبہ عالیہ ایبک روڈ لاہور صفحہ ۱۱۳ تا ۱۲۳۔ توانہوں نے وہاں کے فلسفیانہ خیالات اور واقعات و حالات میں محو ہوکر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مغربی فلسفہ اور وہاں کے فلسفیوں کے دہریت پر مبنی گمراہی سے متعلق مندرجہ بالا نہایت واضح انتباہ کو درخور اعتنا نہ جانا۔ چنانچہ وہ خود مغربی فلسفہ اور فلسفہ دانوں کے گمراہ کن خیالات میں رنگین ہوتے چلے گئے اور ان کی مقبول عوامی شاعری بھی بڑی حد تک انہی کے سانچوں میں ڈھلتی چلی گئی۔ ورنہ یہ ڈاکٹر اقبال ہی تھے کہ جنہوں نے ۱۹۰۰ء میں شائع ہونے والے اپنے ایک انگریزی مضمون میں سیدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی، مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو:

''جدید ہندی مسلمانوں کا اغلباً سب سے بڑا دینی مفکر'' قرار دیا۔(حوالہ کے لئے ملاحظہ ہو رسالہ "Indian Antiquary" جلد ۲۹۔بابت ۲۹/ستمبر ۱۹۰۰ء صفحہ ۲۳۷ تا ۲۴۲)

پھر یہی ڈاکٹر اقبال تھے جنہوں نے ۱۹۱۰ء کے آغاز میں اپنے ایک لیکچر میں جو انہوں نے اسٹریچی ہال، ایم۔اے۔او کالج علیگڑھ میں دیا تھا احمدیت کے پیدا کردہ انقلاب کے متعلق بے لاگ اظہار کرتے ہوئے کہا تھا:۔

''پنجاب میں اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ اس جماعت کی شکل میں ظاہر ہوا ہے جسے فرقہ قادیانی کہتے ہیں''۔

(بحوالہ :'ملت بیضاء پر ایک عمرانی نظر'۔ صفحہ ۱۷۔۱۸۔ مترجم مولانا ظفرعلی خان۔)

لیکن یہی اقبال جب یورپ کی فضا میں احمدیت سے دُور ہوکر مغربی فلسفہ اور مغربی فلسفہ دانوں کے زیر تربیت و زیر اثر آئے تو ان کی ہاں میں ہاں ملانے لگے اور وہی راگ الاپنے لگے جو مغرب کے فلسفی الاپ رہے تھے۔

فلسفیوں میں سے کسی فلسفی کا نقطہ نظر تھا کہ اگر پہلے خدا تھا بھی تو اب مر چکا ہے۔ کوئی ان میں سے کہتا خدا ہو بھی سکتا ہے اور نہیں بھی ہوسکتا۔ اور اگر وہ ہے تو ابھی تک ہماری استقرائی عقل کے منطقیانہ استدلال کی اس کے وجود تک رسائی نہیں ہوسکی ہے۔ بعض ایسے بھی مغربی فلسفی تھے جنہوں نے خدا کی ہستی کا سرے سے انکار کردیا اور کائنات میں جاری وساری قوتوں اور قوانین اور ان کی کارفرمائی میں نقائص کی نشاندہی شروع کردی اور لگے کہنے کہ اس کائنات کے نظام کو جو بنظر ظاہر محکم اور ابلغ معلوم ہوتا ہے اس سے بہتر انداز میں چلانے کی راہیں تلاش کی جاسکتی ہیں۔

علامہ اقبال ان مغربی فلسفیوں سے متأثر ہوئے اور ہوتے چلے جانے کے باوجود خود مسلمان کہلاکر اور مسلم معاشرہ میں زندگی بسر کرنے کے باعث یہ تو نہیں کہہ سکتے تھے کہ خدا نہیں ہے البتہ انہوں نے خدا کی شان میں نظمیں کہنے کے پہلو بہ پہلو بعض نظموں میں خدائے قادر وتوانا کو جلی کٹی سنانا شروع کردیں۔ ان کا کلام جو فنِ شاعری اور منفرد انداز بیان کی وجہ سے مسلمانوں میں مقبولیت کے انتہائی درجہ پر پہنچا ہوا تھا عجیب متضاد خیالات کا آئینہ دار نظر آتا ہے۔ اس میں توحید باری تعالیٰ کا پرزور و پرشوکت اقرار بھی موجود ہے۔ اور اس قادر مطلق واحد ویگانہ ہستی کے ساتھ نازیبا تکرار اور طعنہ زنی کے سراسر خلاف اسلام نمونے بھی ان کے کلام میں جا بجا بکھرے پڑے ہیں۔ حیرت ہوتی ہے کہ خدا کو عقیدۃً واحد ولاشریک اور قادر مطلق ماننے والا مغربی فلسفہ کے زیر اثر اس سے جگھڑتا اور اس خلاق العلیم وحکیم کی پیدا کردہ کائنات میں نقائص نکالنے پر اتر آتا ہے اور ابلیس جو اپنی صریح نافرمانی کی وجہ سے ازل سے راندۂ درگاہ قرار دیا جا چکا ہے کی تعریفوں کے پُل باندھنے لگتا ہے۔ اگر ڈاکٹر اقبال اور ان کی ذہنی کیفیت کا ان کے مختلف النوع متضاد کلام پر غور کیا جائے تو غالب کا یہ شعر ان پر معنوی لحاظ سے چسپاں ہوتا نظر آتا ہے ۔

ایماں مجھے روکے ہے جو کھینچے ہے مجھے کفر
کعبہ مرے پیچھے ہے کلیسا مرے آگے

علامہ اقبال کی ذہنی کیفیت کے ضمن میں اس شعر میں کعبہ سے مراد ''اسلام'' کو سمجھنا ہوگا اور ''کلیسا'' سے مراد عیسائیت کی بجائے دہریت پر مبنی مغربی فلسفہ مراد لیا جائے گا۔ ان کی ذہنی کیفیت یا ان کی عجیب وغریب نفسیات اس حقیقت کی آئینہ دار تھی کہ ایک طرف ان کے اندر اسلام سے عقیدت اور مسلمانوں کی ہمدردی جوش مارتی تھی اور اس کے زیر اثر وہ بڑی ہی پردرد اور پراثر دینی نظمیں کہتے چلے جاتے تھے جنہیں سن کر مسلمان سامعین مسحور ہوجاتے تھے اور ان کے لئے دیدہ ودل فرش راہ کرنے پر آمادہ رہتے تھے۔ لیکن چونکہ دہریت پر مبنی مغرب کا سراسر الحادی فلسفہ ان کے رگ وریشہ میں سرایت کرگیا تھا اور ان کے دل ودماغ پر چھایا ہوا تھا اس لئے جب اس کی کشش اپنا اثر دکھاتی اور ان کے افکار کو اپنی گرفت میں لیتی تو وہ اس کے سامنے بےبس ہوجایا کرتے تھے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی شان میں گستاخی کی آئینہ دار نظمیں کہہ گزرتے تھے۔

مثال کے طور پر جب ایمان کی روک ان کے فکر وفن پر قدغن لگاتی تو پکار اٹھتے تھے اور ایسے ایسے شعر صریر خامہ سے نکل کر صفحہ قرطاس پر مرتسم ہوجایا کرتے تھے ۔

یہ دور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں لَآ اِلٰــہَ اِلَّا اللّٰہ
یہ مال و دولت و دنیا یہ رشتہ و پیوند
بتانِ وہم و گماں لَآ اِلٰــہَ اِلَّا اللّٰہ
یہ نغمہ فصلِ گُل و لالہ کا نہیں پابند
بہار ہو کہ خزاں لَآ اِلٰــہَ اِلَّا اللّٰہ
اگرچہ بُت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکم اذاں لَآ اِلٰــہَ اِلَّا اللّٰہ

اس کے بالمقابل جب دہریت پر مبنی مغرب کا الحادی فلسفہ انہیں اپنی طرف کھینچتا ہے یا اُس کے گہرے مطالعہ کی وجہ سے اندر ہی اندر جوش مارتا تو لَآ اِلٰــہَ اِلَّا اللّٰہ کے نعرے لگانے والے وہی اقبالؔ خدا تعالیٰ اور اس کی پیدا کردہ محیر العقول کائنات اور اس میں جاری وساری اس کے محکم و ابلغ نظام کی تحقیر و تنقیص پر اتر آتے اور نعوذ باللہ اس کے نقائص اور خامیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے طنز اور طعنہ زنی کا انداز اختیار کرلیتے اور خدا تعالیٰ کی خطائیں اُس کو گنوانے لگتے۔ یہ مزعومہ خطائیں اور ان کے نقائص اور مضرتیں خود ان کے اپنے فلسفی دماغ کی ژولیدگیٔ فکر کی تراشیدہ ہیں ورنہ خدائے قادر وقدوس کی ذات بے ہمتا ہر عیب سے پاک اور منزہ عن الخطا ہے۔ علامہ کے فکر کی اس بے مہار کیفیت کے مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر ایک مثال ملاحظہ ہو۔ خدا تعالیٰ کو مخاطب کرکے کہتے ہیں اور کس بےخوفی سے کہتے ہیں ۔

اگر کج رَو ہیں انجم ، آسماں تیرا ہے یا میرا؟
مجھے فکر جہاں کیوں ہو ، جہاں تیرا ہے یا میرا؟
اگر ہنگامہ ہائے شوق سے ہے لا مکاں خالی
خطا کس کی ہے یارب! لامکاں تیرا ہے یا میرا؟
اسے صبح ازل انکار کی جرأت ہوئی کیونکر؟
مجھے معلوم کیا! وہ راز داں تیرا ہے یا میرا؟
محمدؐ بھی ترا، جبریل بھی ، قرآن بھی تیرا
مگر یہ حرف شیریں ترجماں تیرا ہے یا میرا؟
اسی کوکب کی تابانی سے ہے تیرا جہاں روشن
زوالِ آدمِ خاکی زیاں تیرا ہے یا میرا؟

(بال جبریل)

معطیٔ حقیقی صرف خدا کی ذات بے ہمتا ہے۔ وہ رب العالمین ، تمام عالمین کی ایک ایک شئی کی ربوبیت فرما رہا ہے ۔ وہ رحمٰن بھی ہے اور رحیم بھی ، وہ بِن مانگے بھی دیتا ہے اور دیئے جاتا ہے اور کوششوں کے ثمرات سے بھی بڑھ چڑھ کر نوازتا ہے۔ وہی ایک ذات ہے جس کی عطا عطائے غیر مجذوذ کا درجہ رکھتی ہے۔ ایسے دینے اور مسلسل دیتے چلے جانے والے معطیٔ حقیقی کو بخیلی کا طعنہ دینا بھلا کب روا ہوسکتا ہے لیکن علامہ کے ہاں کیا کچھ روا نہیں ہے۔ کہتے ہیں اور کس دیدہ دلیری سے کہتے ہیں ۔

ترے شیشے میں مَے باقی نہیں ہے
بتا کیا تُو مرا ساقی نہیں ہے
سمندر سے ملے پیاسے کو شبنم
بخیلی ہے یہ رزّاقی نہیں ہے

(بال جبریل)

ایک طرف علامہ ''ختم نبوت'' کی آڑ میں انقطاع فیض محمدؐی کو روا رکھتے ہیں ، دوسری طرف جیسا کہ ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں مغربی فلسفی ''حکیم نطشے'' کو ''ماڈرن پرافٹ'' (Modern Prophet) کہہ کر پکارتے ہیں اور ماڈرن پرافٹ (جدید نبی) کی حالت ان کے اپنے منظوم اظہار کے مطابق یہ ہے۔ کہتے ہیں ۔

حریفِ نکتہ ٔ توحید ہو سکا نہ حکیم
نگاہ چاہئے اسرار لَآ اِلٰــہ کے لئے
خدنگ سینہ گردوں ہے اس کا فکرِ بلند
کمند اس کا تخیّل ہے مہر و مہ کے لئے
اگرچہ پاک ہے طینت میں راہبی اُس کی
ترس رہی ہے مگر لذتِ گناہ کے لئے

(ضرب کلیم)

ژولیدگیٔ افکار اور ذہنی کشمکش کی متضاد کیفیتوں کے آئینہ دار یہ چند اشعار بطور نمونہ پیش کئے گئے ہیں ورنہ ان کا فنی اعتبار سے بلند پایہ اور مسحور کن کلام۔ ''ایمان کی وجہ سے رکنے''۔ اور ''فلسفہ کے اپنی طرف کھینچنے''۔ کی متضاد کیفیتوں کے باعث تضاد کے آئینہ دار ایسے نمونوں سے بھرا پڑا ہے۔ ''ایمان'' اور ''نفیٔ ایمان'' جگہ جگہ دونوں سے واسطہ پڑتا ہے اور معتقدین اقبال کے کان پر جوں نہیں رینگتی۔ فنی اعتبار سے بلند پایہ اظہار خیال اور مخصوص ومنفرد انداز بیان کے ''سحر'' نے ان معتقدین کے دماغوں پر پردہ ڈالا ہوا ہے اور وہ ایسے متضاد کلام کو پڑھتے وقت سحر زدگی کے زیر اثر واہ واہ کرنے اور سر دھننے میں مصروف رہتے ہیں اور شاعری کی ترنگ میں دینی معیار سے گری ہوئی ایسی باتوں کو روا سمجھتے ہیں۔ وہ اپنے اس طرز عمل سے درپردہ انہیں محض ایک شاعر تسلیم کررہے ہوتے ہیں لیکن دوسرے ہی سانس میں انہیں مفکر اسلام گردانتے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے۔

خلاصۂ کلام

مغرب کے الحادی فلسفہ کا ایک اسیر دماغ ہی اپنی تمام تر زرخیزی کے باوصف آنحضرت ﷺ کی شان خاتمیت کے جو آنحضورؐ کو تا قیامت جاری رہنے والے فیضان پر دلالت کرتی ہے، ایسے معنے کرنے کی جرأت کرسکتا ہے کہ چونکہ انسانی ذہن بلوغت کے اعلیٰ درجہ پر پہنچ گیا تھا اس لئے آئندہ کے لئے وہ نبوت کی شکل میں بیساکھیوں کا درجہ رکھنے والے ہر قسم کے خارجی یا بالفاظ دیگر آسمانی سہاروں سے آزاد ہوگیا۔ اسی لئے مولانا ابوالاعلیٰ مودودی (جیسا کہ ہم اوپر واضح کرآئے ہیں) اپنے رسالہ ترجمان القرآن میں یہ لکھنے پر مجبور ہوئے کہ ختم نبوت کی یہ تشریح ایسی خطرناک ہے کہ اس نے اسلام کی جڑوں پر تبر رکھ کر اسے زخمی کردیا ہے۔

دراصل بعد کے زمانہ کے علماء نے (اور مولانا مودودی بھی انہیں سابقہ علماء کے پیرو تھے) ختم نبوت کی اپنی طرف سے یہ تشریح کی کہ اب وحی والہام کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہوگیا ہے۔ اس زمانہ میں ڈاکٹر اقبال کو اِس نئی تشریح نے ہی دہریت پر مبنی مغربی فلسفہ کے گہرے مطالعہ اور اس کے غیر معمولی اثر کی وجہ سے یہ جرأت دلائی کہ انہوں نے ختم نبوت کے ایسے معنے کئے کہ جملہ انبیائے ماسبق کے فیوض کا ہی دروازہ بند نہیں ہوا بلکہ خود آنحضرت ﷺ اور آپکی لائی ہوئی کامل اور آخری شریعت کی تاقیامت جاری رہنے والی اتباع کے نتیجہ میں حاصل ہونے والے فیوض وبرکات اور اعلیٰ روحانی مقامات کے حصول کا سلسلہ بھی نعوذ باللہ منقطع ہوگیا ہے اور اس لئے منقطع ہوگیا ہے کہ انسانی ذہن اتنا بالغ ہوچکا ہے کہ اب اسے خارجی حتی کہ آسمانی سہاروں اور بیساکھیوں کی ضرورت نہیں رہی۔ انسانی عقل اس قسم کی بندشوں اور بار بار کی مداخلتوں سے آزاد ہوچکی ہے اور فلسفیانہ فکر کی بدولت جس کی ترقی پذیر کیفیت خاتمیت سے مبرا ہے وہ آئندہ نوع انسانی کی رہنمائی کے لئے کافی ہے۔ حالانکہ ختم نبوت کے عقیدہ کا اصل اور حقیقی مطلب جیسا کہ شیخ الاکبر حضرت محی الدین ابن عربی اور ازمنۂ گزشتہ کے متعدد دیگر ائمہ سلف نے واضح فرمایا ہے یہ ہے کہ جملہ انبیاء میں سے صرف اور صرف خاتم النبیین حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے فیض کے تاقیامت

باقی صفحہ نمبر۱۰ پر ملاحظہ فرمائیں

خطبہ جمعہ

کوئی قوت خدا کے مقابل کام نہیں دے سکتی
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت بہادر اور شجاع تھے

عراق کی جنگ کے متاثرین کے لئے جماعت کے توسط سے مالی امداد کرنے اور ظالموں کے لئے
اَللّٰھُمَّ مَزِّقْھُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ...... اور اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ......کی دعاؤں کی تحریک

خطبہ جمعہ سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ-فرمودہ ۴/اپریل ۲۰۰۳ء مطابق ۴/شہادت ۱۳۸۲ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريک له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله–

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم– بسم الله الرحمٰن الرحيم –

الحمدلله رب العٰلمين – الرحمٰن الرحيم – مٰلک يوم الدين – إياک نعبد و إياک نستعين –

اهدنا الصراط المستقيم – صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين–

آج کے خطبے میں صفت اَلْقَوِی کا مضمون پہلے کی طرح بیان کیا جائے گا۔اس صفت کے ذکر پر مشتمل یہ آخری خطبہ ہے۔اس کے بعد آئندہ جمعہ سے انشاء اللہ تعالیٰ صفت الخبیر کا مضمون شروع کیا جائے گا۔

سورۃ البقرہ:۔﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَنْدَادًا یُّحِبُّوْنَھُمْ کَحُبِّ اللّٰہِ۔ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ۔ وَلَوْ یَرَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْآ اِذْ یَرَوْنَ الْعَذَابَ۔ اَنَّ الْقُوَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیْعًا۔ وَّاَنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعَذَابِ﴾(سورۃ البقرہ: ۱۶۶)

اور لوگوں میں سے ایسے بھی ہیں جو اللہ کے مقابل پر شریک بنا لیتے ہیں۔وہ اُن سے اللہ سے محبت کرنے کی طرح محبت کرتے ہیں۔جبکہ وہ لوگ جو ایمان لائے اللہ کی محبت میں (ہر محبت سے) زیادہ شدید ہیں۔اور کاش! وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا سمجھ سکیں جب وہ عذاب دیکھیں گے کہ تمام تر قوّت (ہمیشہ سے) اللہ ہی کی ہے اور یہ کہ اللہ عذاب میں بہت سخت ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں جنت کے خزانوں میں سے ایک کلمہ کے متعلق آگاہ نہ کروں یا یہ فرمایا کہ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانے کے متعلق نہ بتاؤں؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! ضرور بتائیے۔

آپؐ نے فرمایا: وہ (خزانہ) لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ہے۔

(صحیح مسلم۔ کتاب الذکر والدعاء والتوبہ و الاستغفار)

ہشام، یحییٰ کے واسطے سے روایت کرتے ہیں کہ یحییٰ نے بیان کیا اور مجھے ہمارے بعض اور بھائیوں نے بھی یہ روایت بتائی کہ جب مؤذن "حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ" کہے تو یحییٰ نے "لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ" پڑھنے کا کہا اور کہا کہ ہم نے تمہارے نبی اکرم ﷺ کو یہی فرماتے ہوئے سنا۔

(بخاری کتاب الاذان ۔باب ما يقول إذا سمع المنادى)

حضرت عثمان بن ابی العاصی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم میرے پاس اس حال میں آئے کہ میں ایسے شدید درد میں مبتلا تھا کہ یوں لگتا تھا کہ وہ مجھے مار ہی دے گی۔پھر رسول اللہ ﷺ نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

"اَعُوْذُ بِعِزَّۃِ اللّٰہِ وَ قُوَّتِہٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ" یہ پڑھا کرو۔یعنی میں اللہ تعالیٰ کی بڑائی اور اس کی قوت کے ساتھ اس درد کے مقابل میں اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتا ہوں۔

اور سات مرتبہ اپنے داہنے ہاتھ سے تکلیف والی جگہ کو چھوؤ۔

(سنن الترمذی ۔کتاب الطب ،باب ما جاء فی دواء ذات الجنب)

اب اسی قسم کی ایک اور روایت ہے جس میں سورۃ فاتحہ کے متعلق آتا ہے کہ ایک دفعہ آپ کے کچھ صحابہ رضوان اللہ ایک دشمن قبیلے میں چلے گئے اور بہت بھوک لگی ہوئی تھی اور پیاس لگی ہوئی تھی،ان کا خیال تھا کہ وہاں سے کچھ مل جائے گا۔مگر دشمن قبیلے نے ان کو پکڑ لیا۔اتفاق ایسا ہوا کہ بہت زیادہ اس کے سردار کو سر درد ہو رہا تھا،اتنا زیادہ کہ کسی طرح آرام نہیں آتا تھا انہوں نے کہا انہیں پکڑ کے لاؤ جو آدمی آئے ہیں شائد ان کے پاس کوئی گر ہو۔تو ان کو لے جایا گیا وہاں۔ان کے پاس تو اور کچھ نہیں تھا لیکن سورۃ فاتحہ پڑھ کر انہوں نے دم کر دیا۔سورۃ فاتحہ پڑھ کے جو دم کیا تو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ وہ درد جاتا رہا اور اس سے خوش ہو کے اس نے کچھ بکری اور کچھ کھانے کی چیزیں ان کے ساتھ کر دیں۔یہ سورۃ فاتحہ کے دم کا مجھے بھی ایک بہت زبردست تجربہ ہے۔مردان میں مَیں گیا تھا تبلیغی مجلس میں اور وہاں شدید سر درد شروع ہوگئی جس کے ساتھ متلی بھی تھی اور ڈر یہ تھا کہ دشمن کے سامنے اگر تقریر کرتے ہوئے میں نے قے کر دی تو وہ بھبکی اُڑائیں گے اور وہ سمجھیں گے کہ یہ ہے ہی جھوٹا۔چنانچہ میں نے اس پر دعا کر کے سورۃ فاتحہ پڑھی اور سورۃ فاتحہ اس نیت سے پڑھی کہ اس کا اثر مجھ پر ہو جائے اور اللہ کا کرنا یہ ہوا کہ پہلے سجدہ میں ہی نام و نشان نہ رہا درد کا اور متلی بھی کلیۃً غائب ہوگئی۔تو سورۃ فاتحہ کا نام بھی شفا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے سامنے جب اس عرب سردار کا تحفہ پیش کیا گیا تو آپس میں دونوں بحث کر رہے تھے ایک کہہ رہا تھا کہ یہ قرآن کریم بیچنے والی بات ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قرآن کریم کو سستی قیمت پہ نہ بیچا کرو۔میں تو یہ نہیں کھاؤں گا۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے سامنے جب یہ بحث چلی تو آپ نے فرمایا لاؤ مجھے بھی دو اور بڑے شوق سے اس میں سے کھایا۔آپ نے کہا یہ قرآن بیچنا نہیں ہے اس کا اور مفہوم ہے۔تو بہرحال سورۃ فاتحہ میں شفا ہے اور اس کے دم سے میں نے خود بھی ذاتی طور پر فائدہ اٹھایا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے اپنی ایک بیٹی سے فرمایا کہ جب تم صبح کو اٹھو تو یہ دُعا پڑھو: سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ مَاشَآءَ اللّٰہُ کَانَ وَمَالَمْ یَشَأْ لَمْ یَکُنْ یعنی پاک ہے اللہ تعالیٰ اپنی تمام تعریفوں کے ساتھ، ہر ایک طاقت اور قوت اللہ تعالیٰ سے ہی ملتی ہے۔جس کام کو اللہ چاہے وہ ہو جاتا ہے اور جس کو نہ چاہے وہ تکمیل نہیں پا سکتا۔مَیں جانتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ نے علم کے لحاظ سے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے۔

پس جو کوئی یہ دُعا صبح کے وقت پڑھے گا وہ شام ہونے تک (اللہ کی) حفاظت میں رہے گا اور جو کوئی شام کے وقت یہ دعا پڑھے گا وہ صبح ہونے تک (اللہ کی) حفاظت میں رہے گا۔

(سنن ابو داؤد، کتاب الأدب، باب ما يقول إذا أصبح)

حضرت طَلَق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت ابو درداء کے پاس آیا اور کہا کہ آپ کا گھر جل گیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ میرا گھر نہیں جلا۔پھر دوسرا شخص آیا اس نے بھی یہی کہا کہ آپ کا گھر جل گیا ہے۔آپ نے فرمایا میرا گھر نہیں جلا۔تیسرا شخص آیا اور اس نے کہا آگ لگی تھی اور جب وہ گھر کے قریب پہنچی تو بجھ گئی۔آپؓ نے فرمایا مجھے معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ ایسا نہیں

کرے گا۔

حاضرین مجلس نے کہا کہ آپؓ کی یہ دونوں باتیں عجیب ہیں۔ آپ پہلے کہتے تھے نہیں جلا اوراب آپ کو بتایا گیا کہ جل گیا تھا تو آگ بجھ گئی تو انہوں نے کہا دراصل میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو یہ کلمات کہتے ہوئے سنا تھا کہ جو شخص یہ کہے

اَللّٰھُمّ أَنْتَ رَبِّی لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ عَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْم۔ مَا شَاءَ اللّٰهُ کَانَ وَلَمْ یَشَاء لَمْ یَکُنْ۔ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم۔ اَعْلَمُ أَنَّ اللّٰهَ عَلَي کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر۔ وَأَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَحَاطَ بِکُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّی أَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ نَفْسِی، مِنْ شَرِّ کُلِّ دَابَّۃٍ أَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِیَتِھَا اِنَّ رَبِّی عَلَی صِرَاطٍ مُسْتَقِیْم کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا کہ جو یہ دعا کرے گا اس کو آگ کوئی نقصان نہیں پہنچائے گی۔ (تاریخ مدینۃ دمشق، لابن عساکر، باب ذکر عبد الملک بن اصبغ، جلد ۳۷۔ صفحہ ۴)

اب یہ تو روایت ہے پرانی لیکن ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے یہ واقعہ انڈونیشیا میں کہ حیرت انگیز طور پر یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ خوشخبری پوری ہوئی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو عطا ہوئی تھی کہ آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی بھی غلام ہے۔ حضرت مولوی رحمت علی صاحب کے گھر کے قریب ایک بہت بڑی آگ پہنچی اتنی تیز ہوا کے ساتھ وہ آ رہی تھی کہ اس کی لپکوں نے آپ کے گھر لکڑی کی دیواروں سے مس کرنا شروع کر دیا تو سارے گھر لکڑی کے تھے جو مسلسل جلتے چلے آ رہے تھے، نیچے سے لوگوں نے شور مچا دیا کہ مولوی صاحب نیچے اُتریں اور انہوں نے کہا نہیں میں مسیح موعود کا غلام ہوں اور یہ آگ میرا کچھ نہیں کر سکتی۔ حیران، لوگوں نے کہا اتر جائیں، خدا کا خوف کریں اب تو جلنے والا ہے گھر آپ کا انہوں نے کہا کچھ نہیں ہوگا۔ میں ہرگز نہیں جلوں گا۔ چنانچہ عجیب اتفاق ہوا ،اتفاق تو نہیں تصرف تھا اللہ تعالیٰ کا کہ اچانک اتنی تیز موسلا دھار بارش ہوئی کہ وہ جو آگ کی لپکیں گھر کی دیواروں سے ٹکرا رہی تھیں وہ وہیں کھڑے وہیں کھڑی رہ گئیں اور آگ وہیں بجھ گئی اور مولوی رحمت علی صاحب ٹھیک ٹھاک اللہ کے فضل کے ساتھ اسی طرح نیچے اُتر آئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

''جب کوئی عذاب آ جاتا ہے تو پھر جس صاحبِ قوت یا صاحبِ جمال یا صاحبِ مال سے خدا کے برابر محبت کرتے تھے وہ کسی کام نہیں آتا۔ اس وقت پتہ لگتا ہے: اَنَّ الْقُوَّۃَ لِلّٰهِ جَمِیْعًا کہ بل بوتہ سب اللہ ہی کے لئے۔ کوئی قوت خدا کے مقابل کام نہیں دے سکتی۔ حسن و جمال، علم و فضل کی قوت تو تلواروں کے ماتحت ہے، الٰہی قوت کسی کے ماتحت نہیں۔''

(حقائق الفرقان۔ جلد اوّل۔ صفحہ ۲۷۹۔۲۸۰)

بعض لوگ وظیفے کرتے ہیں، بہت لمبے لمبے وظیفے اور گھنٹوں دریا میں کھڑے ہو کر یا گھٹنوں کے بل جھک کر سخت جسمانی ریاضتیں بجالاتے ہیں لیکن حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ان باتوں کے سخت خلاف تھے آپ بالکل پسند نہیں کرتے تھے کہ اس قسم کی جسمانی مشقتیں کی جائیں۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے پیر سراج الحق صاحب نعمانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے چلّہ کشی کا طریقہ پوچھا آپ نے فرمایا: تم بعد نماز دس بار درود شریف پڑھو، دس بار اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّی مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْهِ پڑھو، ۳۱ بار لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم پڑھو اور اس وقت ۳۱ مرتبہ لَاحَوْل نہ ہو سکے تو ۲۱ بار اور جو اکیس بار نہ ہو سکے تو گیارہ بار ضرور پڑھ لینا۔ مگر ساتھ ہی حضور نے یہ بھی فرمایا کہ وظائف اور مجاہدے بناوٹی چیزیں ہیں اور غیر مسنون اور بدعت ہوتے ہیں۔ جو میں نے بتلایا ہے وہی پڑھو اور جتنی دیر وظیفہ میں لگے وہ نماز میں خرچ کرو۔ نماز میں اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ بکثرت پڑھو اور رکوع اور سجدے میں بعد تسبیح یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْثُ زیادہ پڑھو اور اپنی زبان میں نماز کے اندر دعائیں کرو۔ اسی میں منازل سلوک طے ہو جائیں گی۔ مومن کا ہتھیار دعا ہے۔

(تذکرۃ المہدی حصہ اوّل صفحہ ۱۴۸۔۱۴۹)

اب میں اللہ تعالیٰ کی صفت قَوِی کو بیان کرنے والی قرآن کریم کی دوسری آیات آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ ان میں سے ہر ایک آیت پوری وضاحت سے ہمیں یہ سمجھا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ صفت کن کن مضامین پر مشتمل ہے۔

﴿فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّیْنَا صٰلِحًا وَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَۃٍ مِّنَّا وَ مِنْ خِزْیِ یَوْمِئِذٍ۔ اِنَّ رَبَّکَ ھُوَ الْقَوِیُّ الْعَزِیْزُ﴾ (سورۃ ہود: ۶۷)

پس جب ہمارا فیصلہ آ گیا تو ہم نے صالح کو اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے اپنی رحمت کے ساتھ نجات بخشی اور اس دن کی ذلت سے بچا لیا۔ یقیناً تیرا ربّ ہی دائمی قوّت والا (اور) کامل غلبہ والا ہے۔

﴿اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا۔ وَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِھِمْ لَقَدِیْر۔ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ۔ وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَھُمْ بِبَعْضٍ لَّھُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَ بِیَعٌ وَّ صَلَوٰتٌ وَّ مَسٰجِدُ یُذْکَرُ فِیْھَا اسْمُ اللّٰهِ کَثِیْرًا۔ وَلَیَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ یَّنْصُرُهٗ۔ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ﴾ (سورہ الحج: ۴۰، ۴۱)

اُن لوگوں کو جن کے خلاف قتال کیا جا رہا ہے (قتال کی) اجازت دی جاتی ہے کیونکہ ان پر ظلم کئے گئے۔ اور یقیناً اللہ اُنکی مدد پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ (یعنی) وہ لوگ جنہیں ان کے گھروں سے ناحق نکالا گیا محض اس بنا پر کہ وہ کہتے تھے کہ اللہ ہمارا ربّ ہے۔ اور اگر اللہ کی طرف سے لوگوں کا دفاع اُن میں سے بعض کو بعض دوسروں سے بھڑا کر نہ کیا جاتا تو راہب خانے منہدم کر دیئے جاتے اور گرجے بھی اور یہود کے معابد بھی اور مساجد بھی جن میں بکثرت اللہ کا نام لیا جاتا ہے۔ اور یقیناً اللہ ضرور اُس کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کرتا ہے۔ یقیناً اللہ بہت طاقتور (اور) کامل غلبہ والا ہے۔

اب یہ یاد رکھنا چاہئے کہ لوگ یہ کہتے ہیں مثلاً عراق کی جنگ کے متعلق کہ یہ جہاد ہے۔ یہ اس قسم کا جہاد تو ہے کہ مجبوراً اپنے ملک کے دفاع کے لئے ان کو لڑنا پڑ رہا ہے۔ لیکن یہ وہ جہاد نہیں جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ ہم ضرور ان کی مدد پر قادر ہیں اور ضرور یہ غالب آئیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے خلاف کتنی لڑائیاں ہوئیں مگر ایک میں بھی آپ نے دشمن سے شکست نہ کھائی۔ کمزور ہونے کے باوجود بھی آپ خدا تعالیٰ کے فضل سے غالب رہے اور خدا کا یہ وعدہ آپ کے حق میں پورا ہوتا رہا۔ یہانتک کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد بھی بہت مدّت تک مسلمانوں کا رعب قائم رہا اور چھوٹی چھوٹی جماعتوں نے بڑی بڑی جماعتوں کو شکست دی تو اللہ تعالیٰ کا جو جہاد کا وعدہ ہے کہ عَلٰی نَصْرِھِمْ لَقَدِیْر۔ یہ بہت ہی اہم وعدہ ہے اور اس سے پتہ چل جاتا ہے کہ جہاد یہ اصلی ہے یا نقلی ہے۔ نقلی نہ سہی دوسرے درجہ کا ہے۔ دوسرے درجہ کا جہاد تو وہ ہے جو اپنی ملکیت کے دفاع میں انسان لڑتے ہوئے اپنی چیز کی حفاظت میں اپنی جان کھو دے اور نقصان اٹھائے۔ لیکن اوّل جہاد وہی ہے جس میں خدا کے حکم پر عملدرآمد سے روکا جا رہا ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا: قوی مومن ضعیف مومن سے بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے۔ (صحیح مسلم۔ کتاب القدر)

حضرت علاء بن بشیر المُزنی بیان کرتے ہیں کہ خدا کی قسم! رسول اللہ ﷺ مقابلہ کے وقت سب سے زیادہ قوی اور بہادر ہوتے تھے اور خدا کے ذکر کے وقت سب سے زیادہ گریہ وزاری کرنے والے ہوتے تھے۔ (مسند احمد۔ مسند باقی مسند المکثرین)

ایک دفعہ مدینہ کے شمال سے ایسا شور اٹھا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ خطرہ ہے۔ حضور اپنے گھوڑے پر اکیلے وہاں پہنچے اور جا کے جائزہ لیا اور واپس آ کے صحابہ کو بتایا کہ فکر نہ کرو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھ کوئی محافظ اور نہیں لیا بلکہ اکیلے ہی اس میدان میں نکل گئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب لشکر کہیں حملہ آور ہوتا تھا تو آپ سب سے آگے میدان میں ہوتے تھے اور صحابہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی پناہ لیا کرتے تھے۔

الوے ویرہ

ایک واقعہ ہے جو جنگ احد میں پیش آیا۔ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے پاس صرف بارہ صحابہ رہ گئے تھے۔ اس موقعہ پر ابوسفیان نے بلند آواز سے تین دفعہ کہا کہ کیا تم میں محمد موجود ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے جواب دینے سے صحابہ کو منع فرما دیا۔ پھر اس نے کہا کہ کیا تم میں ابوقحافہ کے بیٹے یعنی ابوبکر موجود ہیں؟ پھر اس نے تین دفعہ بلند آواز سے کہا: کیا تم میں خطاب کے بیٹے یعنی حضرت عمرؓ موجود ہیں؟ اس پر بھی صحابہ خاموش رہے۔ پھر وہ اپنے ساتھیوں کی طرف مڑا اور کہا: جن لوگوں کا میں نے ذکر کیا تھا وہ تو مارے گئے ہیں۔ حضرت عمرؓ اس کی اس بات کو برداشت نہ کر سکے اور بلند آواز سے کہا: اے اللہ کے دشمن! خدا کی قسم! جن لوگوں کا تم نے نام لیا ہے، وہ سب کے سب زندہ ہیں اور تیرے لئے وہی باقی رہ گیا ہے جو تجھے برا لگے گا۔ اس پر ابوسفیان نے کہا: آج جنگ بدر کا بدلہ چکا دیا گیا ہے اور لڑائی تو ڈول کی طرح ہوتی ہے، کبھی ادھر جھکاؤ ہوتا ہے کبھی اُدھر۔ تمہیں کچھ لاشیں مثلہ کی ہوئی ملیں گی مگر کہتا ہے میں نے اس کا حکم نہیں دیا۔ یعنی ناک کاٹ دیا کرتے تھے یا کان کاٹ دیا کرتا تھے۔ لاشوں کو بڑا ہی بدصورت بنا دیا کرتا تھے۔ وہ کہتا ہے آپ کے ہاں جو شہید ہوئے ان میں سے بھی بعضوں کا مثلہ کیا گیا ہے مگر میں نے اس کا حکم نہیں دیا تھا۔ اس کے بعد اس نے یہ نعرہ لگایا اُعْلُ ھُبُل! اُعْلُ ھُبُل! یعنی ھبل بت کی جے ہو، ھبل بت کی جے ہو۔ اس موقعہ پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جواب کیوں نہیں دیتے؟ صحابہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ ہم کیا جواب دیں؟ حضورؐ نے فرمایا تم کہو اَللّٰہُ اَعْلٰی وَاَجَلّ اللہ ہی سب سے اعلیٰ اور سب سے بڑا ہے۔ اس کے مقابل کوئی بلند نہیں ہے۔ ابوسفیان نے جواب میں نعرہ لگایا: ہمارے پاس عزّیٰ ہے اور تمہارے پاس کوئی عزّیٰ نہیں۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اسے جواب کیوں نہیں دیتے۔ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ جواب میں ہم کیا کہیں؟ آپؐ نے فرمایا: اَللّٰہُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلٰی لَکُمْ ۔ ہمارے ساتھ اللہ ہمارا مددگار ہے اور تمہارا کوئی مولیٰ نہیں۔

(صحیح بخاری کتاب الجہاد و السیر باب یکرہ من التنازع والاختلاف فی الحرب)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی شجاعت اور زخموں پر صبر کا یہ حال ہے کہ اُحد جس میں آپ کے دانت بھی شہید ہو گئے تھے اور بیہوش ہو کر زمین پہ جا پڑے تھے۔ اُحد کی لڑائی کی شام جب حضور واپس لوٹے ہیں تو صحابہ کے ساتھ آپ نے رات بسر کی اور صبح نماز کے وقت بلالؓ سے کہا وہ اذان دے۔ حضرت بلالؓ نے اذان دی اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے حکم دیا کہ جو لوگ اُحد میں ہمارے ساتھ شامل تھے وہی اب میرے ساتھ چلیں گے اور کوئی نہیں جائے گا۔ چنانچہ وہ تمام صحابہ جو زخموں سے چور تھے انہوں نے اس کی پرواہ نہ کی اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہی وہ آپ کے پیچھے پیچھے چل پڑے۔ باہر نکل کر آپ نے ایک جھنڈا منگوایا اور وہ حضرت علی کے سپرد کر دیا۔ سب زخموں سے چور تھے۔ آپ حمراء الاسد پہنچے جو کہ مدینہ سے دس میل کے فاصلے پر ہے تو مسلمانوں نے ایک بہت بڑی آگ جلائی جو دور دور سے نظر آتی تھی اور یوں لگتا تھا کہ بہت بڑی تعداد میں لوگ جمع ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے کفار کے دلوں پر ایسا رعب ڈال دیا کہ وہ فوراً مکہ لوٹ گئے۔ رسول اکرم ﷺ صحابہ کے ہمراہ سوموار، منگل اور بدھ تک تین دن وہاں ٹھہرے رہے۔

(تاریخ الطبری جلد ۲ صفحہ ۷۵)

عبدالواحد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے تو حضرت جابرؓ نے بتایا کہ ہم خندق کھود رہے تھے کہ ایک سخت چٹان آ گئی جو ٹوٹ نہیں رہی تھی۔ لوگ رسول کریم ﷺ کے پاس آئے اور عرض کی کہ یہ چٹان خندق کھودنے میں رکاوٹ بن رہی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم بھی ان سب کی طرح بھوکے تھے اور آپؐ کے پیٹ پہ بھی پتھر بندھے ہوئے تھے مگر شجاع اتنے تھے کہ آپؐ نے فرمایا کہ لاؤ کدال مجھے دو، میں ضرب لگاتا ہوں۔ چنانچہ آپؐ نے اس کدال سے ضرب لگائی اور وہ چٹان جو کسی دوسرے صحابی سے ٹوٹتی ہی نہیں تھی وہ پارہ پارہ ہو گئی۔ (صحیح البخاری۔ کتاب المغازی)

عبدالرحمٰن بن ابوسعید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ خندق میں ہمیں نماز سے روک دیا گیا۔ یعنی دشمن کا حملہ اتنا شدید تھا کہ نماز کی کوئی ہوش ہی نہ رہی یہانتک کہ نماز مغرب کا وقت ہو گیا لیکن جب وَکَفَی اللّٰہُ الْمُؤْمِنِیْنَ الْقِتَال وَکَانَ اللّٰہُ قَوِیًّا عَزِیْزًا۔ کی آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے حضرت بلال کو حکم دیا کہ اذان دو۔ ظہر کی نماز اسی طرح پڑھائی جیسے عموماً پڑھاتے تھے۔ پھر عصر کی نماز اس طرح پڑھائی جیسے روزمرہ پڑھایا کرتے تھے۔ پھر مغرب کی نماز جیسے عموماً پڑھایا کرتے تھے آپ نے اسی طرح پڑھائی۔

(مسند احمد بن حنبل، مسند ابی سعید الخدری)

ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اس دن ایک نماز ایسی کرائی جس میں آدھی نماز تھی وہ۔ یعنی دو رکعتوں کی بجائے ایک رکعت اور صحابہ کرام کو حکم دیا کہ وہ باری باری آئیں۔ اپنے ہتھیار رکھ دیں تھوڑی دیر کے لئے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ لیں۔ وہ نماز پڑھ کے پھر واپس چلے جاتے تھے اور وہاں باقی رکعت اپنی اکیلے پوری کر لیا کرتے تھے اور اس طرح آنحضرت ﷺ نے اس خوفناک جنگ کے دوران بھی نماز کا بہت خیال کیا۔ صحابہ کے ساتھ آپ کو جو محبت تھی یہ اس کی علامت ہے۔ آپ پسند نہیں کرتے یہ فوت ہو جائیں یا لڑائی میں شہید ہو جائیں اور ان کو پیچھے نماز پڑھنے کی حسرت رہے۔ چنانچہ ان کو یہ موقعہ مل گیا کہ آنحضورؐ کے پیچھے انہوں نے نمازیں پڑھیں۔

ایک موقعہ پر حضرت ابن عباس کی روایت ہے کہ خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے کہ آپ کو خبر پہنچی کہ مشرکین یہ باتیں کر رہے ہیں کہ صحابہ کی چال سے لگتا ہے کہ کمزور پڑ گئے ہیں۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا کہ تیز چل کر طواف کیا کریں اور مشرکین سے اپنی قوت کا اظہار کریں۔ (مسند احمد بن حنبلؒ۔ مسند بنی ہاشم)

ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت براء رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ اے ابوعمارہ! کیا تم حنین کے دن بھاگ گئے تھے۔ انہوں نے کہا: مَیں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نہیں بھاگے، یعنی اپنے بھاگنے کی بات پر چپ کر گئے گول کر گئے اور یہ بات کہی کہ رسول اللہ ﷺ نہیں بھاگے تھے۔ ابوسفیان بن حارث آپؐ کے خچر کو پکڑے ہوئے چل رہے تھے۔ آپؐ نیچے اترے اور صحابہ کو یہ کہتے ہوئے آواز دی کہ

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِب وَ اَنَا ابْنُ عَبْدِالْمُطَّلِب

کہ مَیں خدا کا نبی ہوں اور مَیں جھوٹا نہیں ہوں اور مَیں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ اب یہ بڑی شان کی بات تھی کہ جب صحابہ کے پاؤں اکھڑ رہے تھے اور تیزی سے چاروں طرف سے بھاگے جا رہے تھے اس وقت آپ نے دشمن کو اپنی طرف متوجہ کر لیا اور کہا میری خاطر تم سب لڑ رہے ہو تو میں تو یہاں ہوں۔ اس لئے اب مارنا ہے تو آؤ میری طرف آؤ۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ دعا کی: اَللّٰھُمَّ نَزِّلْ نَصْرَکَ کہ اے اللہ! ہماری نصرت فرما۔

حضرت براء کہتے ہیں کہ جب شدید جنگ ہوتی تھی تو ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس پناہ لیتے تھے اور ہم میں سے سب سے بہادر وہ ہوتا جو آنحضرت ﷺ کی صف میں ہوتا تھا۔

(صحیح مسلم, کتاب الجہاد والسیر)

﴿مَا قَدَرُوْا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ۔ اِنَّ اللّٰہَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ﴾ (سورہ الحج : ۷۵)

انہوں نے اللہ کی ویسی قدر نہ کی جیسا اس کی قدر کا حق تھا۔ یقیناً اللہ بہت طاقتور (اور) کامل غلبہ والا ہے۔

حضرت امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ یہاں صفت قوی سے مراد یہ ہے کہ وہ کسی بھی کام کے کرنے سے عاجز نہیں۔ نہ اُسے کسی کام میں کوئی مشکل پیش آتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

’’جن لوگوں کو تم خدا بنائے بیٹھے ہو وہ تو ایسے ہیں کہ اگر سب مل کر ایک مکھی پیدا کرنا چاہیں تو کبھی پیدا نہ کر سکیں۔ اگرچہ ایک دوسرے کی مدد بھی کریں بلکہ اگر مکھی اُن کی چیز چھین کر لے جائے تو انہیں طاقت نہیں ہوگی کہ وہ مکھی سے چیز واپس لے سکیں۔ اُن کے پرستار عقل کے کمزور اور وہ طاقت کے کمزور ہیں۔ کیا خدا ایسے ہوا کرتے ہیں؟ خدا تو وہ ہے کہ سب قوتوں والوں سے زیادہ قوت والا اور سب پر غالب آنے والا ہے۔ نہ اس کو کوئی پکڑ سکے اور نہ مار سکے۔ ایسی غلطیوں میں جو لوگ پڑتے ہیں وہ خدا کی قدر نہیں پہچانتے اور نہیں جانتے خدا کیسا ہونا چاہئے۔‘‘

(اسلامی اصول کی فلاسفی۔ صفحہ ۶۱)

ایک موقعہ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:-

’’یاد رکھو کہ ہر ایک چیز خدا تعالیٰ کی آواز سنتی ہے۔ ہر ایک چیز پر خدا تعالیٰ کا تصرّف ہے اور ہر ایک چیز کی تمام ڈوریاں خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ اس کی حکمت ایک بے انتہا حکمت ہے جو ہر ایک ذرّہ کی جڑ تک پہنچی ہوئی ہے اور ہر ایک چیز میں اتنی ہی خاصیتیں ہیں جتنی اس کی قدرتیں ہیں۔ جو شخص اس بات پر ایمان نہیں لاتا وہ اس گروہ میں داخل ہے جو مَاقَدَرُوْا اللّٰہَ حقّ قَدْرِہٖ کے

مصداق ہیں اور چونکہ انسان کامل مظہرِ اتم تمام عالم کا ہوتا ہے اس لئے تمام عالم اس طرف وقتاً فوقتاً کھینچا جاتا ہے۔ وہ روحانی عالم کا ایک عنکبوت ہوتا ہے اور تمام عالم کی اس کی تاریں ہوتی ہیں اور خوارق کا یہی سرّ ہے۔" (برکات الدعا۔ روحانی خزائن جلد۶۔ صفحہ ۳۱،۳۰۔ بقیہ حاشیہ)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام یہ فرمایا کرتے تھے کہ ہر چیز کے اندر جتنا ڈوبتے چلے جاؤ اور نظر آتا جائے گا اور نئی سے نئی دنیائیں دریافت ہوتی جائیں گی۔ ایک ذرے کا بھی صحیح سرّ معلوم نہیں ہوسکتا ہے۔ وہ عجیب شان ہے خداتعالیٰ کی کہ نہ اس کی باریکی کی کوئی انتہا ہے نہ اس کی بڑائی کی کوئی انتہا ہے۔ کائنات کو دیکھیں تو اتنی وسیع ہے کہ ہم اس کا تصور بھی نہیں کرسکتے اور اگر ذرّے کا جگر چیریں تو ہر ذرّے کے اندر مزید دنیائیں نظر آتی چلی جائیں گی۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"ہر ایک جو زندہ رہے گا اور دیکھ لے گا کہ آخر خدا غالب ہوگا۔ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اُس کو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اُسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کردے گا۔ وہ خدا جس کا قوی ہاتھ زمینوں اور آسمانوں اور اُن سب چیزوں کو جو اُن میں ہیں، تھامے ہوئے ہے وہ کب انسان کے ارادوں سے مغلوب ہوسکتا ہے اور آخر ایک دن آتا ہے جو وہ فیصلہ کرتا ہے۔ پس صادقوں کی یہی نشانی ہے کہ انجام انہی کا ہوتا ہے۔ خدا اپنی تجلّیات کے ساتھ اُن کے دل پر نزول کرتا ہے۔ پس کیونکر وہ عمارت منہدم ہوسکے جس میں وہ حقیقی بادشاہ فروکش ہے۔ ٹھٹھا کرو جس قدر چاہو۔ گالیاں دو جس قدر چاہو اور ایذاء اور تکلیف دہی کے منصوبے سوچو جس قدر چاہو اور میرے استیصال کے لئے ہر ایک قسم کی تدبیریں اور مکر سوچو جس قدر چاہو۔ پھر یاد رکھو کہ عنقریب خدا تمہیں دکھلا دے گا کہ اس کا ہاتھ غالب ہے۔ نادان کہتا ہے کہ مَیں اپنے منصوبوں سے غالب ہوجاؤں گا مگر خدا کہتا ہے کہ اے لعنتی! دیکھ مَیں تیرے سارے منصوبے خاک میں ملا دوں گا۔"

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ۔ روحانی خزائن۔ جلد ۱۷۔ صفحہ ۵۳)

میرا بھی ایک شعر تھا کہ "خدا اڑا دے گا خاک ان کی کرے گا رسوائے عام کہنا" کہ یہ جو بگولے اٹھ رہے ہیں مخالفت کے اللہ تعالیٰ ان کی خاک اڑا دے گا اور ان کو رسوائے عام کرے گا۔

اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کا ایک الہام میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں ۱۸۹۳ء کا:۔ "اِنِّی مَعَکَ حَیْثُ مَا کُنْتَ وَ اِنِّیْ نَاصِرُکَ وَ اِنِّیْ بُدُّکَ الْاَزِمُ وَ عَضُدُکَ الْاَقْوٰی۔ وَ اَمَرَنِیْ اَنْ اَدْعُوَالْخَلْقَ اِلَی الْفُرْقَانِ وَ دِینِ خَیْرِ الْوَرٰی"۔

(آئینہ کمالات اسلام۔ صفحہ ۳۸۳)

تو جہاں بھی ہو میں تیرے ساتھ ہوں، میں تیری مدد کروں گا اور میں ہمیشہ کے لئے تیرا چارہ اور سہارا اور تیرا نہایت قوی بازو ہوں اور مجھے حکم دیا کہ میں لوگوں کو قرآن اور آنحضرت ﷺ کے دین کی دعوت دوں۔

پھر ۱۹۰۳ء کا ایک اور الہام ہے: "اَتٰی اَمْرُ اللّٰہِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْہُ بِشَارَۃٌ تَلَقَّاھَا النَّبِیُّوْنَ۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَ الَّذِین ھُمْ مُحْسِنُوْنَ۔ اِنَّہٗ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ۔ وَ اِنَّہٗ غَالِبٌ عَلٰی اَمْرِہٖ وَ لٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ اِنَّمَا اَمْرُہٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ"۔

خدا کا امر آرہا ہے، پس تم جلدی مت کرو۔ یہ خوشخبری ہے جو قدیم سے نبیوں کو ملتی رہی ہے۔ خدا اُن کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔ یعنی ادب اور حیا اور خوف الٰہی کی پابندی سے اُن ظنّی راہوں کو بھی چھوڑتے ہیں جن میں معصیت اور نافرمانی کا گمان ہوسکتا ہے اور دلیری سے کوئی قدم نہیں اٹھاتے بلکہ ڈرتے ڈرتے کسی فعل یا قول کے بجالانے کا قصد کرتے ہیں اور خدا ان کے ساتھ ہے جو اُس کے ساتھ اخلاص اور اُس کے بندوں سے نیکی بجالاتے ہیں۔ وہ قوی اور غالب ہے۔ وہ ہر ایک امر پر غالب ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔ جب وہ ایک بات کو چاہتا ہے تو کہتا ہے کہ ہو۔ پس وہ بات ہوجاتی ہے۔ (تذکرہ۔ صفحہ ۴۸۷ اور ۴۹۰۔ مطبوعہ ۱۹۶۹ء)

کُنْ فَیَکُون کا مطلب ہے کہ وہ کُنْ کہتا ہے تو وہ ہونا شروع ہوجاتی ہے اور مکمل ہوکر رہتی ہے۔ اب یہ خیال کہ فوراً ہوجاتی ہے یہ غلط خیال ہے۔ اب دیکھو جب زمین آسمان بنائے گئے تو اللہ تعالیٰ نے کُنْ کہا تو زمین بننا شروع ہوگئی تھی یا کائنات بننا شروع ہوگئی تھی مگر اس کو تکمیل میں بلین سال لگے ہیں۔ تو کُنْ فَیَکُون کا یہ مطلب ہے کہ کہتا ہے ہوجا تو وہ ہونا شروع ہوجاتی ہے اور ہوکر رہتی ہے۔

تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ ملک میں بہت تکذیب پھیل گئی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنا ایک قوی ہاتھ دکھائے گا اسی کے نتیجے میں ملک میں طاعون پھیلے گی وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ۔ کئی نشان ظاہر ہوں گے۔ کئی بھاری دشمنوں کے گھر ویران ہوجائیں گے اور وہ دنیا کو چھوڑ جائیں گے۔ ان شہروں کو دیکھ کر رونا آئے گا۔ وہ قیامت کے دن ہوں گے۔ زبردست نشانوں کے ساتھ ترقی ہوگی۔ (تذکرہ صفحہ ۷۹۱۔ مطبوعہ ۱۹۶۹ء)

اب جب طاعون پھیلا ہے تو اس سے دشمنوں کے گھر کے گھر اجڑ گئے تھے اور اتنی زیادہ بربادی آئی کہ جو مخالفین تھے ان کے مُردوں کو دفنانے کے لئے کوئی نہیں ملتا تھا۔ صرف احمدی تھے جن میں یہ جرأت تھی کہ وہ خداتعالیٰ کی حفاظت میں ہیں اور وہ ان کی لاشیں دفن کرتے تھے۔ تو اسی طاعون کے نشان سے کثرت سے پھر احمدیت پھیلی ہے۔ میں نے حساب لگایا تھا جس کثرت سے احمدیت طاعون کے زمانے میں پھیلی ہے کسی اور زمانے میں اتنی کثرت سے نہیں پھیلی۔ بعض دفعہ اتنی ڈاک آیا کرتی تھی بیعتوں کے لئے کہ ڈاکئے کو دو تین پھیرے لگانے پڑتے تھے۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کا فضل تھا کہ یہی طاعون حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی تائید میں آئی اور جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا میرے گھر میں ایک چوہا بھی نہیں مرے گا، تو ہمارا گھر جو ہندوؤں کے گھر کے ساتھ تھا وہاں بہت چوہے ہوا کرتے تھے لیکن طاعون سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے گھر میں ایک چوہا بھی نہیں مرا۔

ایک دفعہ مولوی محمد علی صاحب کو یہ وہم ہوگیا، وہم کیا یقین تھا کہ ان کو طاعون ہوگیا ہے، گلٹی بھی نکل آئی تھی اور شدید درد تھا، یہانتک کہ وہ سمجھے تھے کہ اب موت قریب ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ پاس ہی بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے ہر علاج کر دیکھا مگر کوئی پیش نہ گئی تب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو اطلاع کی گئی کہ مولوی محمد علی صاحب موت کے قریب ہیں۔ آپ آئے اور آکر مولوی محمد علی صاحب کے ماتھے پر ہاتھ رکھا اور کہا تپ کا تو کوئی نشان نہیں۔ نام ونشان بھی نہیں، مولوی محمد علی صاحب نے ہاتھ لگا کے دیکھا تو واقعی کوئی تپ نہیں رہا تھا۔ وہ اٹھ کے بیٹھ گئے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے حق میں طاعون نے جو نشانات دکھائے ہیں وہ لامحدود ہیں۔

۱۸؍جنوری ۱۹۰۸ء کا الہام ہے:۔ "یہ پیشگوئی کی آخری حد ہے۔ اِنَّ رَبِّیْ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ۔ یہ پیشگوئی کی آخری حد ہے۔ اِنَّ رَبِّیْ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ۔ وہ وعدہ ٹلے گا نہیں جب تک خون کی ندیاں چاروں طرف سے بہ نہ جائیں"۔ (تذکرہ صفحہ ۷۴۹ مطبوعہ ۱۹۶۹ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام خدا سے عرض کرتے ہیں:-

اے میرے قادر خدا! میری عاجزانہ دعائیں سُن لے اور اس قوم کے کان اور دل کھول دے۔ اور ہمیں وہ وقت دکھا کہ باطل معبودوں کی پرستش دنیا سے اٹھ جائے اور زمین پر تیری پرستش اخلاص سے کی جائے۔ اور زمین تیرے راستباز اور مؤحد بندوں سے ایسی بھر جائے جیسا کہ سمندر پانی سے بھرا ہوا ہے اور تیرے رسول کریم محمد مصطفیٰ ﷺ کی عظمت اور سچائی دلوں میں بیٹھ جائے۔ آمین۔

اے میرے قادر خدا! مجھے یہ تبدیلی دنیا میں دکھا۔ اور میری دعائیں قبول کر جو ہر یک طاقت اور قوت تجھ کو ہے۔ اے قادر خدا! ایسا ہی کر۔ آمین ثم آمین۔ وَ اٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔ (تتمہ حقیقۃالوحی۔ صفحہ ۱۶۴)

اب عراق کی جنگ کے متعلق لوگ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ احمدیوں کو کیا کرنا چاہئے تو ایک تو احمدیوں کو مالی امداد اپنی احمدی ایمنسٹی کے ذریعے ضرور بھجوانی چاہئے کیونکہ بہت مصیبت میں لوگ مبتلا ہیں اور جہاں تک دعا کا تعلق ہے ایک دعا قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے: اَللّٰھُمَّ مَزِّقْھُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ وَ سَحِّقْھُمْ تَسْحِیْقاً۔ کہ اے اللہ ان کے ٹکڑے ٹکڑے کردے، پارہ پارہ کردے اور ان کو پیس کے رکھ دے۔ ایک اور دعا ہے اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَ نَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ۔ پس یہ دعائیں کریں لیکن یاد رکھیں کہ ان لوگوں میں بھی خدا کے نیک بندے موجود ہیں اور وہ عراق سے ہمدردی رکھتے ہیں۔ یعنی عراق کے مسلمانوں سے۔ پس جتنی Ralies نکل رہی ہیں ان میں کثرت کے ساتھ غیر مسلم شامل ہوتے ہیں، عیسائی شامل ہوتے ہیں اور وہ عراق کے ساتھ یکجہتی اور ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں تو وہ ہماری بددعاؤں کے سزاوار نہیں ہیں۔ اللہ ان کو بچائے اس آفت سے اور جو ان میں سے ظالم ہیں ان کو پکڑے۔

★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★

دنیائے طب

(ڈاکٹر شبیر احمد بھٹی۔لندن)

سارس (Sars)

Severe Acute Respiratory Syndrome

قارئین نے شائد اخبارات میں یہ خبر دیکھ لی ہوگی کہ چند ہفتوں سے دنیا میں ایک ایسی بیماری پھیل رہی ہے جو فلو قسم کی ہے لیکن کافی ہیجان اور پریشانی پیدا کر رہی ہے۔یہ بیماری ہانگ کانگ اور چین کے جنوب مشرقی علاقے میں نمودار ہوئی اور اب تک کم وبیش ۱۸۶ افراد اس کی وجہ سے موت کا شکار ہو چکے ہیں۔ابھی تک معلوم نہیں ہو سکا کہ اس بیماری کا اصل محرک کیا ہے۔خیال کیا جاتا ہے کہ یہ ایک وائرس ہو سکتا ہے جو اُس وائرس کے خاندان سے تعلق رکھتا ہے جو کن پیڑوں جیسی بیماری کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔اس کی علامتوں میں خشک کھانسی۔۱۰۰ درجے سے زیادہ بخار، سخت تھکن اور کمزوری شامل ہیں۔اس کے علاوہ بھوک بالکل ختم ہو جاتی ہے۔ایکسرے کرنے پر نمونیے کے آثار نظر آتے ہیں۔

خیال تھا کہ یہ انفلوئنزا کی قسم کی بیماری ہوگی جس صورت میں اس کا بڑی تیزی سے پھیلاؤ کا ڈر تھا۔لیکن معلوم ہوتا ہے یہ صرف بہت قریب رہنے سے لگتی ہے اور عام بازاروں میں چلنے پھرنے سے عموماً نہیں لگتی۔اس لئے اکثر مریض یا تو ڈاکٹر تھے جو مریض کا علاج کر رہے تھے یا نرسیں اور رشتہ دار تھے جو مریض کی تیمار داری کر رہے تھے۔جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مریض کے قریب ہوئے تو بیماری کا امکان ہے۔چین کے کچھ علاقوں میں جہاں اس بیماری کا زور ہے سکول کچھ عرصہ کے لئے بند کر دیئے گئے ہیں تا بیماری کی روک تھام ہو سکے۔سارس کے کیس یورپ اور امریکہ میں بھی نمودار ہوئے ہیں۔لیکن تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ سب جنوب مشرقی ایشیا سے شروع ہوئے تھے اور ہوائی سفر کی وجہ سے مسافروں کی آمد و رفت اس قدر وسیع اور زیادہ ہے کہ سارس کے کیس کہیں بھی نمودار ہونا تعجب کی بات نہیں۔فی الحال اس کا کوئی بھی مؤثر علاج نہیں ہاں بیماری کی نوعیت جان کر کہ یہ فلو نما ہے لیکن پھیپھڑوں پر اس کا زور زیادہ ہے، ہومیو پیتھ احباب کچھ تجویز کریں تو الگ بات ہے۔یہ بھی بچوں اور بوڑھوں میں خصوصیت سے خطرناک ہے۔

امریکہ میں نومولود بچوں کا قتل

امریکہ کا مشہور جریدہ Jama نے اپنے تازہ شمارہ میں ایک دردناک حقیقت پر ایک تحقیق اور مضمون شائع کیا ہے۔مادی دنیا کے اس سرپرست ملک میں جہاں لوگ اپنا عیش و اکرام اور دنیاوی لذتوں کو قربان نہیں کرنا چاہتے۔وہاں ان اعمال کے نتائج سے بیہمانہ سلوک کرنے میں کچھ لوگ کوئی عار محسوس نہیں کرتے۔ہر سال امریکہ میں اعداد و شمار کے مطابق ۸۵ بچے ایسے ہیں جنہیں یا تو پیدائش کے بعد کچھ دنوں میں قتل کر دیا جاتا ہے یا عدم توجہی سے خود بخود مرنے دیا جاتا ہے۔نارتھ کیرولائینا کی یونیورسٹی کے محققین نے جنہوں نے یہ تحقیق کی ہے، خیال ظاہر کیا ہے کہ اگر ملک بھر میں ایسی پناہ گاہیں قائم کر دی جائیں جہاں ایسے بچے چھوڑ دیئے جائیں۔جن کے ماں باپ انہیں چاہتے نہیں۔تو یہ افسوسناک تعداد کم ہو سکتی ہے۔ایسی پناہ گاہوں میں کوئی سوال نہ کیا جائے گا کہ بچہ کس کا ہے اور کیوں چھوڑا جا رہا ہے۔

Sars اور ہومیو پیتھی

(ڈاکٹر حفیظ بھٹی۔لندن)

اس بیماری کے اثرات پہلی بار فروری ۲۰۰۳ء میں چین کے شہر ہنوئی (Hanoi) میں ظاہر ہوئے۔ابھی تک اس بیماری کے کوئی واضح اسباب سامنے نہیں آئے۔شروع میں ڈاکٹروں کے خیال میں یہ بیماری انفلوئنزا سے مشابہ ہے۔Sars کے مریض کو شدید بخار چڑھتا ہے جس کے ساتھ خشک کھانسی اور سانس لینے میں دقت کا سامنا ہوتا ہے۔بخار کے ساتھ ساتھ مریض کو سردی لگنے کے علاوہ سر درد اور جسم بھی ٹوٹتا ہے۔مریض کی یہ کیفیت تین سے سات دن تک رہتی ہے اس کے بعد کھانسی میں شدّت آجاتی ہے اور مریض کو سانس لینے میں شدید دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔بعض کیسوں میں مریض کی بھوک ختم ہو جاتی ہے اور پیچش کی تکلیف بھی شروع ہو جاتی ہے۔

اب تک کی تحقیق سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ Sars بہت جلد ایک مریض سے دوسرے شخص کو لگ جاتی ہے۔اسی لئے اس کے زیادہ کیس ہسپتالوں میں رونما ہوئے ہیں۔کیونکہ یہ ایک وبائی مرض ہے اور فی زمانہ مسافروں کے ذریعہ اس بیماری کے اثرات ایک جگہ سے دوسری جگہ تک پھیلنے کے بہت امکانات ہیں۔

ہومیو پیتھی میں سارس Sars کا علاج

نسخہ نمبر (۱):۔

Aconite، Arsenic Album اور Bryonia

تینوں ادویہ ۲۰۰ کی طاقت میں ملا کر پہلے تین یا چار دن روزانہ ایک بار پھر ہفتے میں دوبار استعمال کی جائیں۔

نسخہ نمبر (۲):۔

Bryonia، China، Ipecac، Rhus-Tox اور Eupatorium۔یہ پانچوں ادویہ ۳۰ کی طاقت میں ملا کر روزانہ دن میں تین مرتبہ لی جائیں۔

حفظ ما تقدم کے طور پر بھی ان دواؤں کا استعمال بہت مفید ہے جو کہ حسب ذیل طریقہ سے استعمال کیا جا سکتا ہے۔

نسخہ نمبر (۱) ہفتہ میں ایک مرتبہ

نسخہ نمبر (۲) دن میں ایک مرتبہ

عراق کے بعد کس کی باری ہے؟

(زبیر خلیل خان۔جرمنی)

عراق کی حالیہ جنگ کا اگر غیر جانبدار تجزیہ کیا جائے تو یہ بات حتمی نظر آتی ہے کہ اس جنگ میں امریکہ کا ہدف بہت سارے مقاصد کو حاصل کرنا تھا۔حالیہ جنگ کے جواز کے لئے جو بھی ڈھونگ رچائے گئے وہ سب دکھاوا تھے۔یہ جنگ کرنا، بہت دیر سے امریکہ کی خواہش تھی سو اس نے پوری کر لی ہے۔صدر امریکہ نے اپنے خطابات میں Axis of Evil کا تذکرہ کرتے ہوئے ایران، شمالی کوریا کا نام لے کر ذکر کیا ہے۔علاوہ ازیں یہ بھی کہا ہے کہ اگر کوئی دوسرا ملک بھی افغانستان یا عراق کی روش پر چلے گا تو اسے بھی ایسا ہی سبق سکھایا جائے گا۔

واشنگٹن کے حکمرانوں کے مطابق عراق کے حالیہ انجام سے دوسرے ممالک کو سبق سیکھ لینا چاہئے اور اگر وہ ایسا نہ کر سکے تو پھر انہیں بھی صدام حسین جیسے انجام کے لئے تیار ہو جانا چاہئے۔امریکی وزیر دفاع نے واضح الفاظ میں ملک شام کو متنبہ کیا ہے کہ وہ ناپسندیدہ اقدامات سے باز آجائے ورنہ نتائج اچھے نہ ہوں گے۔

اسی طرح ۱۷ اپریل جمعرات کے روز نائب وزیر خارجہ امریکہ جان بالٹن نے ایک بیان میں واضح طور پر ایران، شمالی کوریا اور شام کا نام لے کر کہا ہے کہ انہیں عراق کے حالات سے سبق سیکھ لینا چاہئے ورنہ جیسا بغداد کے ساتھ ہوا ہے یہی سلوک امریکی دوسرے ممالک کے ساتھ بھی کر سکتے ہیں۔

ماہ مارچ کے آخری دنوں تک صورتحال مختلف رنگ لئے ہوئے تھی اور جنگ عراق زیادہ تر وسیع پیمانے پر تباہی مچانے والے ہتھیاروں کے اردگرد گھومتی رہی۔تمام صورتحال کو بھانپتے ہوئے شمالی کوریا کے سربراہ نے ایک آرام دہ کرسی پر بیٹھے ہوئے ایک خبر رساں ایجنسی کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ دیکھو میرا نام Kim Jong Il ہے۔میرے دوست صدام حسین کے پاس چونکہ ایٹمی ہتھیار نہیں تھے تو دیکھ لو اس نے اس کی کتنی بھاری قیمت ادا کی ہے۔چونکہ میرے پاس ایٹمی ہتھیار موجود ہیں۔اس لئے امریکی میری طرف کبھی نہیں آئیں گے۔

شمالی کوریا کے سربراہ کا یہ بیان اب ایران اور شام کے حکمرانوں کو پریشان کئے ہوئے ہے دونوں ممالک امریکی افواج کی موجودگی اپنے دروازوں پر محسوس کر رہے ہیں۔خصوصاً ایران کی صورتحال بہت نازک ہے۔عراق، افغانستان، ترکمانستان اور خلیج کے پانیوں میں امریکی افواج کی موجودگی کی وجہ سے ایران کے اردگرد امریکی گھیرا مکمل ہو چکا ہے۔اس صورتحال میں دیکھنا یہ ہے کہ کیا ایران شمالی کوریا کے سربراہ کی طرف سے تجویز کردہ علاج کی تلاش کے لئے جستجو کرے گا یا نہیں۔کہا جاتا ہے کہ ایران ایٹمی توانائی کے نام پر ایٹمی ٹیکنالوجی کے حصول کی سعی کر رہا ہے۔حالانکہ ایران میں قدرتی گیس کا دنیا کا دوسرا بڑا ذخیرہ موجود ہے اور گیس ایٹمی توانائی کی نسبت سستی بھی ہے اور زیادہ طاقتور بھی ہے۔اس لئے ایران کی طرف سے ایٹمی پلانٹ کے حصول کی کوشش امریکہ کو شک و شبہ میں ڈالنے کے لئے کافی ہوگی۔ایران پر یہ الزام بھی ہے کہ وہ افغانستان سے فرار ہونے والے القاعدہ کے ارکین کو محفوظ پناہ گاہیں مہیا کرتا ہے۔اس وقت اسلامی جمہوریہ ایران کی حکومت میں دو طبقات زیادہ اثر رکھتے ہیں۔ایک طبقہ امریکہ کے بارہ میں متشدّدانہ رویّہ رکھتا ہے جبکہ دوسرا طبقہ امریکہ کے ساتھ دوستانہ تعلقات کا حامی ہے۔عراق اور افغانستان کی جنگوں کے دوران صدر خاتمی کے حکومت کے رویہ سے جو بات سامنے آئی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایران فی الحال امریکہ سے افہام و تفہیم کا راستہ اپنانا چاہتا ہے اور وہ ایسے اقدامات سے گریز کرے گا جن کی وجہ سے امریکہ اس پر حملہ کردے۔

شام میں سنگل پارٹی حکومت ہے، لبنان سے افواج کی واپسی اور حزب اللہ تنظیم کی مدد سے ہاتھ اٹھا لینا مثبت رویہ ظاہر کرتا ہے۔لیکن امریکہ کے لئے یہ سب کچھ ناکافی ہے۔شامی عوام امریکہ کے سخت خلاف ہیں۔حکومت عوام کی حمایت میں امریکہ مخالف بیان دے دیتی ہے۔حماس گروپ اور اسلامی جہاد کی فلسطینی تنظیمیں یہاں موجود ہیں جو امریکہ کو سخت ناپسند ہیں۔اسی طرح اب امریکہ کی طرف سے یہ الزام بھی گردش میں ہے کہ شام کے پاس کیمیائی اور جراثیمی ہتھیار بھی موجود ہیں۔امریکی حکومت کی سوچ شام کے خلاف ہے۔حال ہی میں امریکی سینیٹ میں William Karistol نے جو کہ سینیٹ خارجہ کمیٹی کے سینئر ترین ممبر ہیں کمیٹی کے سامنے ایک سوال کے جواب میں یہ بیان دیا ہے کہ جن وجوہات کی بنا پر عراق پر حملہ کیا گیا ہے کیا وہ ساری وجوہات ملک شام پر بھی لاگو نہیں ہوتیں۔تو انہوں نے واضح طور پر اس بات کا اقرار کیا کہ بالکل یہ ساری وجوہات ملک شام پر لاگو ہوتی ہیں اور شام پر حملہ کو خارج از امکان نہیں قرار دیا جا سکتا۔تو یہ وہ پیغام ہے جو کہ واشنگٹن کی حکومت دے رہی ہے اور جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ خلیج میں جاری قضیہ ابھی حل نہیں ہوا اور ابھی یہ قضیہ کچھ اور گل بھی کھلا سکتا ہے۔

THOMPSON & CO SOLICITORS
Consult us for your legal requirements
such as Immigration & Nationality,
Conveyancing & Employment,
Welfare Benefits, Personal Injury,
Family & Ancillary Proceedings,,
Wills & Probate, Criminal Litigation .
Contact:
Anas A.Khan, John Thompson Solicitors
1st floor 48 Tooting High Street
London SW17 0RG
Tel: 020 8333 0921+020 8767 5005
Fax: 020 8871 9398
Mobile: 0780-3298065

بقیہ رپورٹ جلسہ سالانہ بینن از صفحہ ۱۶

کے نقشِ قدم پر چل کر ہی ہمیں نصیب ہوسکتا ہے۔امیر صاحب نے جلسہ میں شمولیت کرنے والے تمام احباب کے لئے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ سب کو اپنی حفظ وامان میں رکھتے ہوئے اپنے گھروں تک بخیریت پہنچائے۔

اختتام

جلسہ کا اختتام مکرم عبد الغنی جہانگیر خان صاحب نے دعا کروا کر کیا۔ آپ نے دعا میں درخواست کی کہ سب مسلمانوں اورخصوصاً احمدیوں کے لئے دعا کریں کہ اللہ اُن کی حفاظت فرمائے۔ اپنے پیارے امام کی صحت اور درازیٔ عمر کے لئے دعا کریں۔دعا کے بعدسب مہمان اکٹھے ہوکر جماعت کی طرف سے لگائی گئی نمائش اور تبلیغی سٹال پر گئے ۔اور اس کاوش پر منتظمین کومبارکباد دی۔

شعبہ رجسٹریشن

شعبہ رجسٹریشن نے الحمدللہ جلسہ سے دو دن قبل سے ہی با قاعدہ آغاز کردیا تھا۔اس شعبہ کو فعال رکھنے کے لئے مکرم انوار الحق صاحب مربی سلسلہ نے خصوصی سعی فرمائی۔ یہ شعبہ تمام مردوزن کی رجسٹریشن کر کے اُن کو کارڈز دیتا رہا اور تمام کارڈز جو ۳۲ ہزار کی تعداد میں چھپوائے گئے ختم ہوگئے اور بعد ازاں صرف ریکارڈ ہی رکھا گیا۔

میڈیا کوریج

جلسہ کی کارروائی کی کوریج کے لئے نیشنل ٹی وی کے نمائندہ مکرم بی بی داؤد صاحب (Bibi Daouda) از خود اپنی ٹیم کے ہمراہ جلسہ گاہ میں موجود رہے۔نیشنل ٹی وی پر جلسہ کی خبر کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا اور دو دن تک مختلف اوقات میں دکھایا گیا۔علاوہ ازیں خبروں میں بھی گاہے بگاہے جھلکیاں دکھائی گئیں ۔حضورانور کے نمائندہ مکرم عبدالغنی جہانگیر خان صاحب کے انٹرویوز نشر کئے گئے اور مکرم امیر صاحب بینن کا انٹرویو بھی نشر ہوا۔نیشنل ٹی وی نے قبل از جلسہ بھی ہمارے جلسہ کی اچھی کوریج دی اور لوگوں کو شمولیت کی دعوت دی۔

علاوہ ازیں ۳۶ مختلف اخباروں نیشنل و لوکل ریڈیو کے جرنلسٹ بھی جلسہ پر حاضر رہے اور گاہے بگاہے جلسہ کی کارروائی کو نوٹ کرتے رہے۔ بعد از جلسہ پریس کی طرف سے ایک Press Book شائع کی گئی لوکل ریڈیو Ouesse پر روزانہ کی کارروائی کو روزانہ تین چار اوقات میں نشر کیا گیا اور بعض اہم تقاریر کے حصے بھی نشر کئے گئے۔

عزت مآب سلطان آف آگا دیس(Agadez) کی بیعت

جلسہ سالانہ کے شیریں ثمرات میں سے ایک پھل ہز ایکسی لینسی سلطان آف آگا دیس (Agadez) نائیجر کی بیعت ہے۔آپ جلسہ کے بعد بھی قریباً ایک ہفتہ بینن میں رہے اور مختلف جماعتوں میں بھی امیر صاحب کے ہمراہ خود گئے اور احمدیت کو قریب سے دیکھا اور واپسی سے قبل آپ نے امیر صاحب سے ازخود بیعت کی خواہش کا اظہار کیا جس کو قبول کرتے ہوئے امیر صاحب نے اُن کی بیعت لی۔ یاد رہے کہ سلطان آف آگا دیس نائیجر کے سب Traditional Rulars کے صدر ہیں اور گورنمنٹ میں آپ کا ایک اچھا بااثر کردار ہے۔آپ صدر مملکت کے مشیر ہیں اور اُن کی خصوصی کابینہ کے چار میں سے ایک فرد بھی ہیں۔

دیگر علاقوں سے ملنے والے تأثرات

اس بات پر خدا تعالیٰ کا جس قدر بھی شکر کیا جائے کم ہے کہ جلسہ کے بعد اللہ کے فضل سے احمدیت کا نام پہلے سے روشن ہوا ہے اور کئی غلط فہمیاں جو غیروں کی طرف سے ایک جھوٹے پروپیگنڈہ کے ذریعہ پھیلائی گئی تھیں وہ ازخود ہی دور ہوگئیں۔بعض مخالف حلقوں سے آنے والے احباب نے جلسہ پر جماعت کو مبارکباد دی اور آئندہ سالوں میں اپنے ہر ممکن تعاون کا یقین دلایا۔ نارتھ آف بینن کے اکثر علاقوں سے جماعت کے اس قدم کو سراہا گیا اور اسلام کی خدمت کرنے کے جذبہ پر نیک تمنّاؤں کا اظہار کیا گیا۔۔

احباب سے درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ اس جلسہ کی برکات سے تمام شرکاء کو دائمی حصہ دے اور جماعت احمدیہ بینن کا قدم خدا کے فضلوں اور اس کی نصرت وتائید کے سایہ تلے ہمیشہ ترقی کی طرف بڑھتا رہے۔تمام قارئین کرام سے جلسہ کے تمام کارکنان و کارکنات کے لئے بھی دعا کی درخواست ہے ۔ اللہ تعالیٰ سب کو ان کی خدمات کی بہترین جزا عطا فرمائے۔

بقیہ:علّامہ اقبال کی ''زرخیز'' دماغ کی فلسفیانہ اُپچ......از صفحہ نمبر ۴

جاری رہنے اور آنحضورؐ کے متبعین کے لئے آسمانی رہنمائی حاصل کرنے اور کرتے چلے جانے کا دروازہ ہمیشہ کے لئے کھلا ہے اور اس لئے آنحضورؐ نے آخری زمانہ میں گمراہی پھیل جانے کے باعث مسیح موعود و مہدی معہود کے اپنے ایک فرزند جلیل کی حیثیت سے منجانب اللہ مبعوث ہونے کی پیشگوئی فرمائی اور آنحضور ﷺ کی پیشگوئی کے عین مطابق ،عین وقت پر، جب حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوۃ والسلام کی مسیح موعود ومہدی معہود کی حیثیت سے بعثت ظہور میں آئی تو آپؑ نے جہاں علماء کے غلط عقائد اور غلط روش کی اصلاح فرمائی وہاں ساتھ ہی دہریت پر مبنی مغربی فلسفہ کے پھیلائے ہوئے مغالطوں اور استقرائی عقل کے گمراہ کن ڈھکوسلوں کی بھی پرزور تردید فرمائی۔ہم آپ کے ایک ایسے ہی پرمعارف ارشاد پر اپنی ان معروضات کو ختم کرتے ہیں جس میں آپؑ نے مغرب کے الحادی فلسفہ کی پھیلائی ہوئی گمراہیوں سے بچنے کی نہایت پرزور و پرشوکت الفاظ میں مسلمانوں کو نصیحت فرمائی۔آپؑ نے فرمایا:

''اسی طرح تمہیں چاہئے کہ اس دنیا کے فلسفیوں کی پیروی مت کرو اوران کو عزت کی نگاہ سے مت دیکھو کہ یہ سب نادانیاں ہیں۔سچا فلسفہ وہ ہے جو خدا نے تمہیں اپنی کلام میں سکھایا ہے ۔ ہلاک ہو گئے وہ لوگ جو اس دنیوی فلسفہ کے عاشق ہیں اور کامیاب ہیں وہ لوگ جنہوں نے سچے علم اور فلسفہ کو خدا کی کتاب میں ڈھونڈا۔ نادانی کی راہیں کیوں اختیار کرتے ہو۔کیا تم خدا کو وہ باتیں سکھلاؤ گے جو اسے معلوم نہیں۔کیا تم اندھوں کے پیچھے دوڑتے ہو کہ وہ تمہیں راہ دکھلاویں۔ اے نادانو! وہ جو خود اندھا ہے وہ تمہیں کیا راہ دکھائے گا۔ بلکہ سچا فلسفہ روح القدس سے حاصل ہوتا ہے جس کا تمہیں وعدہ دیا گیا ہے۔ تم روح کے وسیلہ سے ان پاک علوم تک پہنچائے جاؤ گے جن تک غیروں کی رسائی نہیں ۔ اگر صدق سے مانگو تو آخر تم پاؤ گے ،تب سمجھو گے کہ یہی علم ہے جو دل کو تازگی اور زندگی بخشتا ہے اور یقین کے مینار تک پہنچا دیتا ہے''۔

(کشتیٔ نوح)

ایڈیٹر کی ڈاک سے

اطاعت امام کا دلکش نظارہ

بخدمت مکرم ایڈیٹر صاحب الفضل انٹرنیشنل لندن

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے کہ آپ خیریت سے ہوں۔میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت وتندرستی کے ساتھ خدمت کے کاموں میں ترقیاں عطا فرماتا چلا جائے۔آمین۔

۲۲/اور ۲۳/اپریل کی شب آنکھوں کو ایک ایسا دلکش نظارہ دیکھنے کو ملا کہ جس کی لذت اور سُرور نے مجھے الفضل انٹرنیشنل کے لئے یہ خط لکھنے پر مجبور کیا۔ وہ حدیث جس میں حضرت رسول اللہ ﷺ کی آواز ''بیٹھ جاؤ'' اور لبیک کہتے ہوئے ایک صحابی جو مسجد سے باہر تھے حضورؐ کی آواز سن کر باہر گلی میں بیٹھ جاتے ہیں اور ایک دوسرے صحابی کے کہنے پر کہ یہ حکم تو مسجد کے اندر کسی کے لئے تھا، پر یہ جواب دیتے ہیں کہ ''مَیں نے تو حضورؐ کی آواز سنی ہے کہ بیٹھ جاؤ تو مَیں بیٹھ گیا۔ مجھے علم نہیں کہ یہ حکم کس کے لئے تھا''۔ آج پندرہ سو سال گزرنے کے بعد اطاعت کا ویسا ہی ایک اور عملی نظارہ دیکھنے میں آیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کی زبان سے نکلے ہوئے پہلے الفاظ ''بیٹھ جائیں'' کہنے پر نہ صرف مسجد کے اندر بلکہ بیعت کے انتظار میں باہر کھڑے ہزاروں کی تعداد میں لوگ جس طرح بیٹھتے جا رہے تھے اطاعت کے اس نظارے نے دل ودماغ کی عجیب کیفیت کردی۔ اُس سرور اور لذت کی یہ کیفیت الفاظ کے پیمانے سے نہیں ماپی جاسکتی۔میرے دل میں یہ سوال بار بار ابھرتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے جس جماعت کے افراد کو ایسی اطاعت سے نوازا ہو کیا اسے کوئی مٹا سکتا ہے؟

قارئین کی خدمت میں السلام علیکم اور درخواست دعا۔

والسلام

بشریٰ حنیف۔(ہالینڈ)

خصوصی درخواست دعا

احباب جماعت سے پاکستان میں جملہ اسیران راہ مولا کی جلد از جلد باعزت رہائی نیز مختلف مقدمات میں ملوث افراد جماعت کی باعزت بریت کے لئے دردمندانہ درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ان بھائیوں کو اپنی حفظ وامان میں رکھے اور ہر شر سے بچائے۔اللھم انا نجعلک فی نحورھم ونعوذبک من شرورھم۔

Earlfield Properties
We will manage your property at 0% commission
Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years
Free management Service
Guaranteed vacant possession
175 Merton Road London SW18 5EF
Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

F0ZMAN FOODS
A LEADING
BUYING GROUP
FOR GROCERS
AND C.N.T.SHOPS
2- SANDY HILL ROAD
ILFORD, ESSEX
TELEPHONE
0181-553-3611

ایک ہمدرد و شفیق آقا

(پروفیسر محمد افضل۔ لاہور)

[یہ مضمون تو پہلے لکھا گیا تھا لیکن آج دل کی کیفیت کچھ اور ہے ۔ آج ہم اس محترم آقا،اس محبت کرنے والے رہنما ،اس شفیق ومہربان باپ کی شفقت اور سرپرستی سے محروم ہوچکے ہیں ۔ آپ کی اس نالائق پر کتنی مہربانیاں ،کتنی عنایتیں ،کیسی کیسی شفقتیں ،یہ سب یاد آ رہی ہیں اور تڑپا رہی ہیں ۔ مَیں تو اس قابل بھی نہیں کہ ان شفقتوں کا احسن انداز میں ذکر ہی کرسکوں ۔ غم غالب ہے اور قلم خاموش اس لئے ایک پرانے مضمون (جو ابھی تک چھپا نہیں)کا سہارا لے کر اس شفیق آقا کی شفقتوں کی یاد تازہ کررہاہوں۔]

گلشن احمد کے چند پھول پیش خدمت ہیں اور یہ سب کھلے ہیں گلستان احمد میں جن کی آبیاری کی حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے۔ بلکہ یوں کہنا مناسب ہوگا کہ یہ لگائے بھی اور سجائے بھی اسی قابل رشک ادیب ،خوبصورت شاعر اور بہت ہی شفیق اور محبت کرنے والے وجود نے ۔ یہ اقتباسات لئے گئے ہیں ان خطوط سے جو کہ حضور نے ڈاکٹر سید برکات احمد صاحب کو لکھے اور ڈاکٹر صاحب وہ قابل رشک وجود ہیں جنہوں نے شدید بیماری کی حالت میں حضور کی کتاب ’’مذہب کے نام پر خون‘‘ کا ایسا خوبصورت ترجمہ کیا جس نے حضور کی محبت کو بھی کھینچا اور داد کو بھی۔

حضور کی داد اور انداز تحریر ملاحظہ کیجئے۔ ایک خط میں لکھتے ہیں:

’’اسلام کو آج قلمی جہاد کرنے والوں کی شدید ضرورت ہے......پس مستشرقین کے تتبع کے لئے جن مصابیح کی آسمان احمدیت کو ضرورت ہے اور جن شہب کی تلاش ہے انہی میں سے ایک آپ بھی ہیں جن کی میری نظروں کو جستجو تھی اور انتظار ہے‘‘۔

ادب سے مزید لگاؤ اس بات سے مترشح ہوتا ہے کہ یہ خط شروع ہوتا ہے حسرت موہانی کے اس شعر سے ؎

اک طرفہ تماشا ہے حسرت کی طبیعت بھی
ہے مشق سخن جاری ، چکّی کی مشقت بھی

پھر داد دیتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

’’حسرت سے دیکھتا ہوں کہ بیماری اور ایسی اذیتناک بیماری کی حالت میں بھی تحریر کی روانی اور سلاست کا یہ عالم ہے تو صحت کے عالم میں یہ تحریر کیا کیا جولانیاں نہ دکھاتی ہوگی‘‘۔

(خطوط امام بنام غلام مولفہ سیدہ نسیم سعید صفحہ ۱۰۴،۲۲۶،۱۲۰)

ڈاکٹر صاحب کی تحریر قابل تعریف سہی لیکن تعریف کرنے والے کی تحریر کی روانی اور سلاست بھی قابل داد ہے۔ محبت حضور کے ہر خط سے ٹپک رہی ہے۔ ہر خط شروع ہی ہوتا ہے ’’پیارے برادرم مکرم‘‘ سے۔ اب ملاحظہ کیجئے آقا کی اپنے پیروکار کے لئے دلی تڑپ اور اس کے زیر اثر کی گئی سوز وگداز سے دعا۔ لکھتے ہیں:

’’آپ کے لئے نہایت عاجزانہ ،فقیرانہ دعاؤں کی توفیق ملی اور ایک وقت ایسا آیا کہ میرے جسم پر لرزہ طاری ہوگیا۔ مَیں رحمت باری سے امید لگائے بیٹھا ہوں کہ یہ قبولیت کا نشان تھا‘‘۔

اور یہ مضطربانہ انداز میں کی گئی دعا شرف قبولیت پا گئی کیونکہ سید برکات احمد صاحب جنہیں ڈاکٹروں نے کینسر کا مریض قرار دے کر محض چار، چھ ہفتے کا مہمان قرار دیا تھا وہ اس دعا کے بعد چار سال تک جماعت کی خدمت اپنی خوبصورت تحریروں سے کرتے رہے۔

داد دینے میں آقا نہ صرف فراخ دلی سے کام لیتے ہیں بلکہ داد ہی داد میں اپنی تحریر میں ایسے موتی بھی پرو دیتے ہیں کہ داد کا حسن دوبالا ہو جاتا ہے اور اس کا اثر دہ چند۔ ایک خط میں تحریر کرتے ہیں:

’’جتنی مجھے آپ کی بیماری کی فکر ہے اور جس طرح روزانہ عاجزانہ دعا کرتا ہوں اگر اس باقاعدگی سے عیادت کے خط لکھنے کی توفیق پاتا تو خطوں کا ایک انبار آپ کے پاس لگ جاتا۔ آپ کے خطوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کی شخصیت کی خاموش، پروقار سطح کے نیچے علم و ادب ،شعریت اور نغمگی اور لطافتوں کا ایک بحرِ ذخار موجزن ہے جس میں موتی اور مونگے اور انواع و اقسام کے معدنیاتی خزائن سطحی نظروں سے اوجھل پڑے ہیں۔ ہے تو یہ میٹھے پانی کا سمندر لیکن سیلِ حوادث نے اس میں کچھ تلخی کی آمیزش کردی ہے‘‘۔

کتنی خوبصورت تحریر مگر پھر اس کو مزین کیا ہے ایک خوبصورت شعر سے جس سے ادیبانہ رنگ مزید نکھر آتا ہے۔ حضور لکھتے ہیں:

’’جو شعر میرے ذہن میں آیا وہ یہ ہے ؎

’’چشم حزیں کے پار ادھر ،درد نہاں کی جھیل پر
کھلتے ہیں کیوں کسے خبر ،حسرتوں کے کنول پڑے‘‘

حضور ایک اچھے ادیب کی حوصلہ افزائی بھی اور تعریف بھی بڑے بھرپور اور اسی ادیبانہ انداز میں کرتے ہیں۔ برکات احمد صاحب کو لکھتے ہیں:

’’آپ بہت خوش نصیب ہیں کہ انگریزی اور اردو دونوں زبانوں پر آپ کو قدرت نصیب ہوئی ہے اور آپ کا قلم یکساں دونوں زبانوں میں فصاحت و بلاغت کے گل کھلاتا اور رنگ و بو بکھیرتا ہے‘‘۔

(صفحہ ۱۲۹)

ایک اور خط کا ادیبانہ انداز ملاحظہ کیجئے۔ لکھتے ہیں:’’ آپ کی فطرت کو اللہ تعالیٰ نے جو ذوق سلیم بخشا ہے وہ الفاظ کے پھولوں کو رنگ و بو عطا کرتا ہے اور زندگی کا افسوں پھونکتا ہے۔ ماشاءاللہ۔(صفحہ ۱۳۱)

شاباش کا ایک اور خوبصورت انداز دیکھئے۔ تحریر فرماتے ہیں:

’’اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم وفضل کی خلعت پہنائی اور حسن کلام اور حسن تحریر سے نوازا ہے جس پر یہ انکسار اور یہ عاجزی ماشاءاللہ چشم بددور۔ حُسن پر حُسن کی ملمع کاریاں۔ نورٌ علیٰ نور‘‘۔(۱۳۵)

کتنا مہربان، کتنا ہمدرد ،کتنا رقیق القلب ،کتنا محبت کرنے والا آقا ،اس کی ایک جھلک اس خط میں ملاحظہ کیجئے:۔

’’آپ کا بہت دردناک خط ملا جس نے آپ کے جسم کے درد کو میرے دل میں منتقل کردیا۔ بڑی بے بسی کے عالم میں مضطرانہ دعا کی ۔ اب تو انسانی بساط سے معاملہ نکل کر اعجاز الٰہی کی بادشاہت میں داخل ہو چکا ہے۔ اللہ آپ کی طرف سے میری آنکھیں ٹھنڈی اور دلشاد فرمائے اور صحت و عافیت والی طمانیت اور تسکین قلب سے متمتع کارآمد زندگی عطا فرمائے‘‘۔

اسی تڑپ اور دلی کیفیت کو دوسرے خط میں یوں بیان کرتے ہیں:

’’مجھے آپ کی مرض کی شدت کا احساس ہے۔ سوچ کے تکلیف محسوس ہونے لگتی ہے اور دل رقّت سے بھر جاتا ہے، آنکھیں نمناک ہونے لگتی ہیں‘‘۔

ایسی اپنائیت اور فکر کا اظہار تیسرے خط میں یوں کرتے ہیں:

’’مَیں آپ کی صحت کے بارہ میں بڑا فکرمند ہوں۔ اور درد دل سے اپنے اللہ کے حضور آپ کی زندگی مانگ رہا ہوں ۔تہجد میں بلاناغہ آپ کے لئے دعا کرتا ہوں‘‘۔(صفحہ ۱۲۶۔۱۲۷)

شاید کوئی قریبی عزیز بھی اپنے اللہ کے حضور اس سوز اور درد سے دعا نہ کرتا ہو جتنا کہ یہ مہربان آقا کررہا ہے۔ کتنی محبت، کتنی اپنائیت ،کتنا دلی درد نہاں ہے ان کلمات میں جو آپ کی قلبی کیفیت کی عکاسی کررہے ہیں۔

مزید ملاحظہ کیجئے اس شفیق آقا کی اپنائیت کے اظہار کو۔ لکھتے ہیں:۔

’’آپ کی صحت کے بارہ میں بہت پریشانی ہے اور آپ کی تکلیف کے پر درد احساس میں مبتلا ہوں ۔ بار بار عجز کے ساتھ، بصد منت دعا کی ہے مگر اب تو دل چاہتا ہے کہ وہ درویشی کی ترنگ نصیب ہو کہ مَیں خدا پر قسم کھا جاؤں کہ وہ آپ کو ضرور اچھا کردے گا‘‘۔

(صفحہ ۱۴۳)

اپنے پیارے مرید کے لئے کتنے بے چین ، کتنے بیقرار ہیں اور کس حد تک جانے کے لئے تیار۔ کتنی محبت کرنے والا آقا۔ اور جسے ایسا آقا نصیب ہو یقیناً اس کے نصیب جاگ اٹھے۔

آقا کا تعریف کرنے کا ایک اور انداز دیکھئے۔ لکھتے ہیں:

’’جہاں تک فصاحت و بلاغت اور فکر ونظر کی بلند پروازی ہے آپ کے خط سے ثابت ہوا کہ کینسر کو یہ توفیق نہیں ہے کہ وہ انہیں اپنی دراز دستیوں کا نشانہ بنا سکے‘‘۔(۱۴۳)

داد بھی ،ہمت افزائی بھی اور خوبصورت انداز بیان بھی۔

تعریف کا ایک اور پیارا انداز اور ادب کا ایک شہ پارہ ملاحظہ ہو۔ تحریر فرماتے ہیں:۔

’’ایک لمبی، تکلیف دہ ،پرعذاب بیماری نے آپ کے دل کے چمن کے بہت سے پھول کملا دئے۔ لیکن فصاحت و بلاغت اور ادب و لطافت کی شاخ نہال ہری بھری رہی۔ آپ کا قلم اب بھی موجِ خرامِ ناز کی طرح چلتے ہوئے گل کترتا ہے۔ اللہ آپ کے علم کو اور بھی جلا بخشے اور قلبی صلاحیتوں کو پہلے سے بڑھ کر جلوہ آرائی کی توفیق بخشے‘‘۔(صفحہ ۱۵۳)

اپنے عقیدت مندوں سے اس مشفق آقا کا تعلق ملاحظہ کیجئے کہ افریقہ کے دورے کی مصروفیات کے باوجود اپنے تکلیف میں مبتلا مرید کو نہیں بھولے۔ فرماتے ہیں:۔

’’آپ کے کئی چند حرفی خط ملے جن کے کوزوں میں درد کے دریا بند ہیں۔ یہ گمان نہ کریں کہ مجھے آپ کی تکلیف کا احساس نہیں یا دعا سے غافل ہوں۔ افریقہ کے دورہ میں شدید مصروفیات کے ایام میں بھی آپ کے لئے دعا کرتا رہا ہوں۔ بلکہ ایک دن مجھے خیال آیا کہ غالبؔ ہم دونوں کے درمیان اس طرح بھی سانجھا ہے کہ اس کے ایک شعر کا پہلا مصرعہ کسی حد تک آپ پر اور دوسرا مجھ پر صادق آتا ہے۔ آپ ’’رہینِ ستم‘‘ ہیں تو مَیں آپ کے ’’خیال سے غافل نہیں‘‘۔(۱۵۵)۔ ایک دلاسہ اور وہ بھی ادیبانہ انداز میں۔

اس قادرالکلام آقا کا ایک اور انداز تحریر ملاحظہ کیجئے۔ دوسرے کی تعریف بھی مقصود ہے اور ان کے کام کو سراہنا بھی۔ مگر تعریف کرنے والے کا انداز تحریر بھی دیکھئے کتنا خوبصورت، کتنا شگفتہ ،کتنا ادیبانہ بلکہ شاعرانہ۔ آپ لکھتے ہیں:

’’آپ کا خط پڑھتے پڑھتے دل شوریدۂ غالبؔ طلسم پیچ وتاب کے بارہ میں کچھ اندازہ ہوا کہ غالبؔ کے دل پر کیا گزری ہوگی۔ اگر کسی اور دل پر وہ گزرتی تو شاید وہ کیفیت پردۂ راز میں ہی رہتی مگر غالبؔ نے پردۂ راز کو پردۂ ساز میں بدل دیا۔

پہلے تو احساس ندامت بہت ہوا کہ مَیں نے کیوں نادانستہ آپ کا دل دکھایا۔ پھر خط کے بے پناہ حسن نے توجہ کو جذب کرلیا۔ یہ خط کیا ہے طلسمات کا ایک مرقع ،ایک فسانۂ عجائب۔ ایک فنکار کا سراپا لئے ہوئے۔ ایک آئینہ بھی ہے۔ مَیں نہیں سمجھتا کہ کبھی کسی اور خط میں بھی آپ کی شخصیت اس آن بان کے ساتھ کاغذی پیرہن میں ملبوس ہوئی ہو کہ یوں لگے جیسے پیکر تصویر خود فریادی بن کر چلا آیا ہے۔

آپ کا ہر خط فصیح و بلیغ اور بہت مہذب ہوتا ہے۔ زبان کی شستگی اور طرز تحریر کی شائستگی ایک ایسے اعلیٰ پائے کے ادیب کی غماز ہوتی ہیں جس نے اپنی خداداد فکری وقلبی صلاحیتوں کو برسوں مانجھا اور صیقل کیا ہو اور بڑی قدر دانی کے ساتھ سر آنکھوں پر بٹھائے ، سینے سے لگائے لگائے پھرا ہو۔ لیکن آپ کا یہ خط تو گزشتہ خطوں پر بازی لے گیا ہے۔ آپ لفظوں ہی کے نہیں معانی کے بھی ’’مداری‘‘ نکلے اور مشہودات پر ہی نہیں ،محسوسات پر بھی مَیں نے آپ کے قلم کا جادو چلتے دیکھا۔ پہلے بھی آپ کے سب خط سنبھال کر رکھے تھے ۔اسے تو ان کے بیچ میں سجا کر رکھوں گا‘‘۔

(صفحہ ۱۴۱ ۲)

کتنی قدر دانی ! کتنا پیار ! کیا خوبصورت تعریف جس میں ادب کی چاشنی بھی ،اپنائیت بھی اور محبت بھی ۔ ایک ہمدرد ،شفیق ، مہربان ،غمگسار آقا کی تحریریں جو جان بخش بھی ہیں اور دلنواز بھی ؎

دعا کرو کہ نہ گہنائے تا ابد وہ چاند
جو ظلمتوں میں دئے پیار کے جلاتا ہے

ایک مرد خدا

حضرت خلیفة المسیح الرابع رحمہ اللہ

کی چند یادیں

(سید ساجد احمد۔ بوآئزی، آئڈاہو۔ امریکہ)

میں ضلع گجرات کی مجلس خدام الاحمدیہ کا معتمد تھا کہ صاحبزادہ مرزا طاہر احمد رحمہ اللہ مجلس کے صدر (۱۹۶۶ تا ۱۹۶۹) کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ آپ نے ماہانہ، سہ ماہی اور سالانہ رپورٹوں کے پیش کرنے کے انداز میں یہ نمایاں تبدیلی فرمائی کہ دنوں، ہفتوں، مہینوں کی کارکردگی کی تفصیلات سے صفحوں پر صفحے بھرنے کی بجائے عملی نتائج کو اختصار سے پیش کیا جائے۔ یہ لکھنے کی بجائے کہ تبلیغ کے لئے اتنے میل سفر کیا اور اتنے پمفلٹ تقسیم کئے، بس صرف یہ لکھا جائے کہ کتنی سعید روحوں کو قبول حق کی توفیق ملی اور بارگاہ عالی میں پیش کی گئی قربانیوں کو فضل باری کے کیا کیا پھل لگے۔ اس تبدیلی کا مقصد یہ تھا کہ تبلیغ کے لئے وہ طریقے استعمال کئے جائیں جو زیادہ بار آور ہوں۔ رپورٹوں کے انداز میں اس تبدیلی سے کارکنوں کی توجہ نتائج کی طرف مبذول ہوئی اور آہستہ آہستہ جیسے جیسے یہ مطمح نظر کارکنوں کے دل و دماغ میں بیٹھتا گیا دنیا بھر میں بیعتوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا اور آپ کے دور خلافت میں ایک سال بھر میں احمدیت کو قبول کرنے والوں کی تعداد لاکھوں افراد فی سال سے بڑھتے بڑھتے کروڑوں افراد فی سال تک جا پہنچی۔

☆☆......☆☆......☆☆

میں ۱۹۶۷ء سے ۱۹۶۹ء تک تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں طبیعیات اور ریاضی کا طالب علم تھا اور فضل عمر ہوسٹل میں میرا بسیرا تھا۔ اس عرصہ میں مجھے بفضل خدا ہوسٹل کی مجلس خدام الاحمدیہ کی بطور زعیم خدمت کی توفیق بھی ملی۔ چوہدری محمد علی صاحب ہوسٹل کے وارڈن تھے۔ ان کی اجازت اور صوابدید سے ہم نے ہوسٹل میں چند اہم تقاریر کا انتظام کیا جن میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے سلسلہ تقاریر 'سیر روحانی' کے ایک حصہ کی ریکارڈنگ سنی گئی، مولانا ابو العطا مرحوم تشریف لائے اور اپنے پر معارف ارشادات سے نوازا، اور صاحبزادہ مرزا طاہر احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطاب سے ہوسٹل کے طلبا کو مستفید فرمایا۔

آپ کا خطاب مغرب اور عشاء کی نمازوں کے درمیان تھا۔ ایک نماز آپ نے خود پڑھائی اور دوسری نماز آپ نے مجھے پڑھانے کا ارشاد فرمایا۔ آپ کا مبتدیوں کی حوصلہ افزائی کا یہ انداز مجھے بہت بھلا لگا۔

آپ نے اپنی تقریر کا عنوان 'نماز' چنا۔ آپ کا اس موضوع کو چننا جہاں آپ کی نماز سے دلی محبت کا آئینہ دار ہے وہاں آپ کے اس احساس کو بھی ظاہر کرتا ہے کہ اوائل عمر میں ہی احمدی نوجوانوں پر نماز کی اہمیت ظاہر کی جائے۔ اپنے دور خلافت میں آپ نے ہمیشہ اس بات کا خیال رکھا کہ نماز کی اس اہم اسلامی عبادت کا پورا پورا احترام کیا جائے اور اہم دینی مصروفیات کی بجا آوری بھی نماز کو اس کے پورے لوازم کے ساتھ ادا کرنے کے راستے میں حائل نہ ہو۔

اس روز آپ نے اپنے خطاب میں عقلی لحاظ سے نماز کی ضرورت و اہمیت ثابت فرمائی۔ نماز کے موضوع پر اس پہلو سے کی گئی تقریر مجھے یاد نہیں کہ اس موقع کے علاوہ کبھی سنی ہو، لیکن افسوس کہ ریکارڈنگ کی سہولت میسر نہ ہونے کی وجہ سے یہ علمی شاہکار محفوظ ہونے سے رہ گیا۔

اس موقع پر آپ ہمارے ساتھ عشائیے میں شامل ہوئے (چوہدری محمد علی صاحب، خاکسار، اور ہوسٹل کی مجلس عاملہ کے ایک دو اراکین)۔ مجھے شرمندگی تھی کہ گلے ہوئے آلو مرغ شوربے سے ڈھکے ہوئے تھے لیکن آپ نے بڑے شوق سے کھائے اور میرے دل کو بہت خوشی ہوئی کہ آپ کو شکایت نہ ہوئی۔

اسی عشائیے کے دوران میں آپ نے اپنے اس خیال کا اظہار فرمایا کہ بیرونی اور غیر زبانیں اسی زبان میں سکھانی چاہئیں جس طرح کہ ایک ماں اپنے بچے کو اپنی مادری زبان اسی زبان میں ہی سکھاتی ہے اور یہ کہ ایک زبان سیکھنے کے لئے ضروری ہے کہ سیکھنے والا اسی زبان میں سوچنے لگے اور وہ زبان بولتے ہوئے اپنے ذہن میں اپنے خیالات کا کسی اور زبان سے ترجمہ نہ کر رہا ہو۔ خداوند عظیم کا اپنے نیک بندوں سے کیسا سلوک ہوتا ہے! دیکھیں، اس وقت کوئی کہہ سکتا تھا یا سوچ سکتا تھا یا خیال کر سکتا تھا کہ ایک دن احمدیہ ٹی وی دن رات چلے گا اور دور دراز کے ملکوں میں دیکھا اور سنا جائے گا اور اس پر آپ اس نظریہ کی بنیاد پر اردو سکھائیں گے اور اس طرح دنیا بھر میں مختلف زبانیں بولنے والے لوگ مختلف ملکوں میں گھر بیٹھے آپ سے اردو سیکھیں گے؟ ایسے واقعات دیکھ کر بھی اگر لوگ خدا تعالیٰ کی عظمت اور اس کے اپنے بندوں سے رحمت کے سلوک کو نہ پہچان سکیں، نہ جان سکیں، تو قصور کس کا؟

اب اسی نظریئے کی بنیاد پر ایم ٹی اے (MTA) انٹرنیشنل پر ماشاء اللہ اردو کے علاوہ اور زبانیں بھی سکھائی جاتی ہیں۔

☆☆......☆☆......☆☆

ربوہ میں قیام کے دوران میں ربوہ کی علمی اور روحانی فضا سے فائدہ اٹھانے کے لئے ہم سلسلہ کے چیدہ و برگزیدہ اکابر سے بھی ملتے، ان کی سبق آموز باتیں سنتے، ان کی دعائیں حاصل کرتے اور ان کی صحبت سے روح کی تشنگی مٹاتے۔

ایک روز جمعہ کی نماز کے بعد ہم آپ کی رہائشگاہ پر جا وارد ہوئے۔ آپ نے بڑی خوشی سے ہمیں اپنی بیٹھک میں بٹھایا اور اندرون خانہ تشریف لے گئے اور تھوڑی دیر میں ہی رنگ برنگی ٹرالی ہماری لطافت طبع کے لئے لے آئے جو مٹھائیوں سے بھری پلیٹوں سے لدی تھی۔

آپ ان دنوں دنیا بھر کے خدام الاحمدیہ کے صدر کے عہدہ پر فائز تھے۔ اس وقت کی آپ کی گفتگو آپ کے تبلیغ اور نشر و اشاعت کے دلی شوق کی آئینہ دار تھی جو آپ کی ساری عمر آپ کا طرۂ امتیاز رہا۔ بجائے اس کے کہ آپ اپنے علم و فضل کا ہم نو آموزوں پر رعب جماتے، آپ نے پیغام حق پہنچانے کی اہمیت و ضرورت دل میں جاگزین کرنے، اور ذہن میں بٹھانے کے لئے متفرق مسائل پر قرآنی حوالے پوچھے اور سکھائے اور ہماری تبلیغ حق کے شوق کی روح کو مہمیز دی اور پیغام حق کو پھیلانے کے عزم اور جوش کے ساتھ ہم آپ کے در سے روانہ ہوئے۔

☆☆......☆☆......☆☆

ربوہ میں مجھے کم از کم ایک جلسہ سالانہ پر آپ کے ساتھ لنگر خانہ میں کام کرنے کا موقع اچھی طرح یاد ہے۔ آپ خشک مزاج نہ تھے، بہت خوش اخلاق تھے اور بذلہ سنج اور پُر مذاق بھی۔ ایک شام ہنسی مذاق کی باتیں چل پڑیں تو آپ نے بھی اس میں حصہ لیا اور کچھ مذاق کی باتیں سنائیں۔

☆☆......☆☆......☆☆

پچھلے پہر ہوسٹل سے مسجد مبارک جاتے ہوئے ہم وقف جدید کے دفتر کے باہر ایک لمبی قطار دیکھتے۔ ایک روز پتہ کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ کوئی عجیب جگہ ہے کہ یہاں نہ صرف بیماری کی مفت تشخیص ہوتی ہے اور مفت دوا ملتی ہے بلکہ معالج کو ملنے اور نبض دکھانے کی بھی ضرورت نہیں، بس ایک سوال نامہ پُر کر کے دے جاؤ، میاں طاہر صاحب علامات سے علاج تجویز کریں گے، اور اگلے روز آ کر دوا لے جاؤ۔

میرے ساتھی کو کسی عارضے سے واسطہ تھا، انہوں نے سوالنامہ پُر کر کے دے دیا۔ اگلے روز راستے میں دوائی کے لئے رکے۔ دوا دیتے ہوئے کارکن نے حیرت سے انہیں دیکھتے ہوئے کہا: یہ دوا تو اپھارے کے لئے ہے! میرے ساتھی دوا ساتھ تو لے آئے، لیکن استعمال نہیں کی۔

خدا کا کرنا یہ ہوا کہ کچھ روز بعد ایک طالبعلم کے پیٹ میں ایسی تکلیف ہوئی کہ کمر سیدھی کرنے سے معذور ہو گئے۔ میرے ساتھی نے انہیں فوراً اپنی دوا کی کئی خوراکیں دے دیں۔ دوا منہ میں پڑتے ہی وہ صاحب بالکل سیدھے کھڑے ہو گئے اور بہت شکریہ ادا کرتے ہوئے اپنے کمرے کو سدھار دئے۔ یہ پہلا معجزہ تھا جو ہم نے ہومیوپیتھک دوا کا دیکھا۔

حضور کے خدمت خلق کے اس جوش کو خداوند قدیر نے آسمان سے دیکھا اور آپ کے لئے اپنی جناب سے ایسے عظیم الشان سامانوں کا ایسا اعلیٰ انتظام مہیا فرمایا کہ آپ نے ٹیلی ویژن پر دنیا بھر میں علاج بالمثل کے علم کو پھیلایا اور چند سالوں میں بلا مبالغہ سینکڑوں اس علم کے ماہر ہو گئے اور رنگارنگ لوگوں کو دنیا بھر میں اس طریقہ علاج کا فیض پہنچنے لگ گیا۔ آپ کے اسباق خوبصورت تحریر میں دنیا کے گوشے گوشے میں پھیل گئے۔

ان درسوں کے طفیل ہم سالوں سے اپنے گھر میں کئی موسمی بیماریوں کا مقابلہ معمولی قیمت کی ادویہ سے کر رہے ہیں۔ ایک بار ایک ڈاکٹر نے مجھے ایک آپریشن کا اندازہ ہزاروں امریکی ڈالر کا بتایا۔ میں نے سوچا کہ پہلے ہومیوپیتھی کو آزمانا چاہئے۔ جو کچھ مجھے حضور کے لیکچروں اور کتاب سے سمجھ آیا اس کے مطابق دوا شروع کی اور دعا کی اور جب کچھ عرصے بعد اسی ڈاکٹر نے ناک کا معائنہ کیا تو بہت حیران ہوا کہ سب پالپس (Polyps) مفقود ہو چکے تھے۔ اسے اس بات سے مزید حیرت ہوئی کہ دوا چند ڈالر سے زیادہ کی نہ تھی۔

☆☆......☆☆......☆☆

مجھے اس بات کا ہمیشہ فخر رہے گا کہ میرے طالبعلمی کے دور میں آپ نے بغیر میرے علم کے مجھ پر انتہائی اعتماد کرتے ہوئے ایک اہم قومی خدمت کے لئے مجھے چنا اور مجھے اپنے ہاتھ سے لکھ کر معززین تک پہنچانے کے لئے پیغامات دیئے جو میں نے شہر بہ شہر جا کر خاطر خواہ طور پر پہنچائے۔ اور سونے پر سہاگہ یہ کہ تقریباً آدھے ملک کے سفر سے واپسی کے بعد میں نے جو رپورٹ پیش کی، آپ نے اسے بہت پسند فرمایا۔ میں اس زمانے میں ایک عام طالب علم تھا اور میرے پاس نہ تو کچھ زادِ راہ تھا اور نہ ہی میں نے ان علاقوں کا پہلے کبھی سفر کیا تھا۔ میرے والد مرحوم کی روح پر اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں ہوں کہ ان کی اجازت، دعا اور سرپرستی کی بدولت مجھے اس سفر کی توفیق عطا ہوئی۔ مجھے اس بات کی اور بھی خوشی ہے کہ اس کوشش کے آخری نتائج میری رپورٹ کے مطابق برآمد ہوئے۔

☆☆......☆☆......☆☆

میں لاہور میں پنجاب یونیورسٹی میں پڑھتا تھا آپ ایک دفعہ لاہور تشریف لائے تو مجھے ملنے کے لئے بلایا۔ اسی روز آپ نے نئی کار سن بیم (Sunbeam) خریدی تھی۔ ایک احمدی طالبعلم لیڈر بھی ہمارے ساتھ تھے۔ ہمیں ان کی نئی کار کی سواری کی برکت بھی میسر آئی۔ مختلف معاملات پر گفتگو فرماتے رہے اور شام کو بجائے اس کے کہ ضروری باتوں کے بعد ہمیں خدا حافظ کہہ دیتے، آپ ہمیں عشائیے کے لئے اپنے ساتھ شیزان لے گئے۔ باورچی کو بلایا اور اپنی پسندیدہ روٹی بنا کر لانے کا ارشاد فرمایا جو اپنے مزے اور ساخت میں منفرد تھی۔

☆☆......☆☆......☆☆

خلیفہ بننے سے پہلے آپ امریکہ تشریف

لائے۔ آپ کے سان فرانسسکو (San Francisco) قیام کے دوران میں مجھے آپ کو اپنی کار میں اِدھر اُدھر لے جانے کا موقع میسر آیا۔ میں تھوڑا عرصہ پہلے ہی افریقہ سے آیا تھا۔ ایک روز مجھ سے وہاں کے حالات پوچھے اور بتایا کہ انہیں ایسی باتوں کے جاننے کی ضرورت ہے کیونکہ انہیں کبھی کبھی حضرت خلیفة المسیح الثالثؒ تحریک جدید کے کام بھی دے دیتے ہیں۔

آپ کی اس چند روزہ معیت میں جو ایک اہم بات میں نے آپ سے سیکھی اور اس سے ہمیشہ فائدہ اٹھایا وہ بات یہ تھی کہ میں نے دیکھا کہ آپ جب سفر میں ہوتے یا جب سفر سے واپس گھر پہنچتے تو نماز کو دوسرے کاموں پر ترجیح کا یہ طریق کار نہ فرماتے کہ پہلے جلدی سے نماز پڑھ لی جائے اور پھر دوسرے کاموں کی طرف آرام سے توجہ کی جائے، بلکہ پہلے ان کاموں سے فارغ ہو لیتے جو نماز کو پوری توجہ دینے کی راہ میں رکاوٹ بن سکتے ہوں اور پھر وقتی فکروں سے ذہن کو آزاد کر کے پوری لگن اور محویت کے ساتھ حضور احدیت میں پیش ہوتے اور نماز کے ہر رکن کو بہت سنوار سنوار کر ادا فرماتے کہ آپ کو نماز میں دیکھنے والے کو بھی آپ کی نماز کا اور آپ کی اپنے پیارے خدا سے محبت کا لطف محسوس ہوتا۔

☆☆......☆☆......☆☆

ابھی آپ خلیفہ کے منصب پر سرفراز نہیں ہوئے تھے کہ ۱۹۸۲ء میں میرا ربوہ جانا ہوا۔ آپ نے مجھے مسجد مبارک میں دیکھا تو بڑی چاہت سے ملے اور وقف جدید کے دفتر میں آ کر ملنے کو کہا۔ ملاقات کافی دیر تک جاری رہی اور آپ نے بہت سے معاملات پر گفتگو فرمائی، مثلاً آڈیو ٹیپوں (audio tapes) کا انقلاب ایران میں اہم کردار اور ان کو پیغام حق کے پہنچانے میں کیسے بخوبی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ دیکھیں کہ انہیں تبلیغ کے رستے ڈھونڈنے اور کھولنے کی کیسے جستجو رہتی تھی۔ اپنے خلیفہ بننے کے بعد آپ نے ٹیپوں کا تعلیم و تربیت اور تبلیغ کے لئے استعمال جس طرح دنیا بھر کے احمدیوں کے درمیان عام کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ آپ کے خطبوں کی ٹیپوں کا گھر گھر انتظار کیا جاتا اور ملنے پر سب چھوٹے بڑے ان سے مستفید ہوتے۔ مسلم ٹیلیویژن احمدیہ (MTA) کے آغاز اور انٹرنیٹ پر الاسلام ڈاٹ آرگ (alislam.org) پر خطبات کی اشاعت کے شروع ہونے تک آپ سے دور رہنے والوں کے لئے آپ کی زبان میں خطبہ سننے کا عام ذریعہ یہ ٹیپیں ہی تھیں۔

☆☆......☆☆......☆☆

آپ کو احمدی دوستوں کی فلاح و بہبود کا بھی بہت خیال تھا، چنانچہ اس ملاقات میں آپ نے اس بات کو بھی چھیڑا کہ بیرونی ملکوں کی گھریلو اور صنعتی ضرورتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے ملکی احمدیوں کو ایسا علم کیسے مہیا کیا جا سکتا ہے کہ وہ کم از کم سرمایہ لگا کر، یعنی سرمائے کی کمی اور اپنی کم مائیگی کے باوجود وہ ایسی مصنوعات تیار کر سکیں جو انہیں معاشی اور اقتصادی لحاظ سے استحکام اور استقلال بخشیں۔ چنانچہ اسی وقت ہم نے ایسی چیزوں کی ایک فہرست بھی بنانا شروع کی۔ امریکہ واپس آ کر معلومات اور خیالات کا آپس میں تبادلہ ہوتا رہا۔ ایک خط میں آپ نے ایسی صنعتوں کے بارے میں لکھا:

جاپان ان چیزوں میں بہت ترقی کر گیا ہے۔ امریکہ کے احمدی سائنسدانوں کو بھی چاہئے کہ کچھ تحقیقی کام شروع کریں اور ایک دوسرے کے ساتھ رابطہ اور تعاون رکھیں۔

یہ ایک ایسی نصیحت ہے کہ اس پر ہر ملک میں عمل ممکن ہے اور اس پر عمل کرنا انفرادی اور قومی دونوں لحاظ سے بہت مفید نتائج کا حامل ہو سکتا ہے۔

☆☆......☆☆......☆☆

آپ کے خطوط خشک اور مطلب سے مطلب رکھنے والے نہیں ہوتے تھے بلکہ ان میں ذاتی دلچسپی، ہمدردی، اور دوستی رچی بسی ہوتی تھی۔ مخاطب کے اہل و عیال اور ان کے مسائل کا نہ صرف علم ہوتا تھا بلکہ ان معاملات میں حتی المقدور عملی مدد فرماتے۔ اپنے جاننے والے صاحبان مقدرت کو مشکلات کے حل میں مدد کے لئے لکھ دیتے، اپنے جاننے والوں کے بچوں کے رشتہ ناطہ میں مدد فرماتے، بیماریوں میں نسخے اور مشورے، جاننے والوں اور ان کے قریبیوں کی اخلاقی اور روحانی حالت پر نظر اور ہر ممکن طور اصلاح کی کوشش۔ آپ کو سب سے زیادہ دلچسپی تبلیغی کوششوں میں تھی جن میں فوری ہدایات فرماتے اور مشوروں سے نوازتے۔ یہ باتیں زمانۂ خلافت سے پہلے کی ہیں۔ مقامِ خلافت سنبھالنے کے بعد یہ خوبیاں اپنی شدت، وسعت اور عظمت میں پہلے سے بڑھ کر اجاگر ہوئیں۔

چنانچہ تبلیغ کے ذکر پر ایک بار تحریر فرمایا:

”مجھ کو اس سے بڑی خوشی کیا ہو سکتی ہے کہ ہر احمدی مبلغ بن جائے اور سعید روحوں کو احمدیت کے جھنڈے تلے لانا شروع کر دے“۔

میں نے ایک خط میں بوسنین مہاجرین سے رابطے کا ذکر کیا تو حضرت خلیفة المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ سے نامہ ملا:

”ان لوگوں سے رابطے بڑھائیں اور تعلق قائم کریں لیکن ان کو کھل کر بتا دیں کہ ہم کون لوگ ہیں اور دوسرے ہمارے بارے میں کیا خیالات رکھتے ہیں اور جھوٹے پراپیگنڈے کرتے ہیں۔ انہیں بتا دینا چاہئے کہ دوسرے لوگ بھی آپ کے پاس آئیں گے اور ہمارے بارہ میں جھوٹی باتیں بیان کر کے آپ کو ہم سے متنفر کریں گے اور اس قسم کی باتیں کریں گے لیکن حق یہی ہے جو ہم بیان کر رہے ہیں اور آپ نے اسی کو اختیار کرنا ہے اور دوسروں کی باتیں سن کر اس کو چھوڑنا نہیں بلکہ اس پر زیادہ مضبوطی سے قائم ہونا ہے۔“

النحل اور مسلم سن رائز ملنے پر خوشنودی کا اظہار فرماتے۔ میں کوئی ماہر فوٹو گرافر نہیں لیکن میری لی ہوئی ایک تصویر کو النحل کے سرورق پر سجا ایسا پسند فرمایا کہ اس کا نیگیٹو (negative) طلب فرمایا۔

☆☆......☆☆......☆☆

اپنی بے انتہا مصروفیات کے باوجود کچھ وقت سیر و تفریح کے لئے بھی رکھتے تھے۔ لاس انجلیز کے ایک دورے کے دوران میں خدام کے ساتھ بیئر جھیل (Bear Lake) تشریف لے گئے۔ وہاں مکرم ڈاکٹر حمید الرحمٰن صاحب نے خور و نوش کا خوب انتظام کیا ہوا تھا۔ جھیل پر آپ تو اپنے اہل و عیال کے ساتھ تھے، مجھے مولانا چودھری منیر احمد صاحب نے اپنی کشتی میں آنے کی عزت بخشی، اور اس موٹر کشتی کو ایسے مہمیز دی کہ وہ پانی پر اڑنے اور اچھلنے لگی۔ میرے سب احتجاج بے اثر ثابت ہوئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ انہیں ایسی طوفان خیز کشتی رانی کا پہلے سے تجربہ تھا کہ سب کو سلامت لب ساحل لے آئے۔ بنگلے اور جھیل پر دوستوں کے ساتھ تصویریں بھی لی گئیں۔

ان دنوں میرے ذمہ امریکہ کے خدام کی قیادت تھی، سو واپسی پر میری کار کو ہراول کار کی ذمہ داری ملی۔ میں اس جگہ اس سے پہلے کبھی نہ آیا تھا اور میرے پاس نقشہ بھی نہیں تھا۔ پہاڑی علاقہ ہونے کی وجہ سے راستہ بڑے موڑوں والا اور گنجلک تھا، سیدھا نہ تھا، جیب میں قلم تو تھا لیکن کاغذ نہ ملا۔ چنانچہ ایک کھانے کی کاغذ کی پلیٹ پر آتے ہوئے جو رستہ لیا تھا، اس کے اشارے لکھ لئے، یہاں دائیں، وہاں بائیں، ادھر مشرق، ادھر مغرب، اور سوچا کہ واپسی پر ان اشاروں کے مخالف چلتے جائیں گے۔ لیکن واپسی کے شروع میں ہی غلط موڑ لے لیا۔ بڑی پریشانی کی صورت حال پیدا ہوئی، پیچھے حضور کی کار تھی اور اس کے پیچھے کئی اور کاریں۔ میں نے دعا شروع کر دی اور غلط رستے پر ہی چلتا گیا۔ خداوند باری کی مدد ایسے ظاہر ہوئی کہ ایک چوک گزرنے کے بعد ہی جس رستے سے ہم یہاں آئے تھے اس سے بھی سیدھا رستہ واپسی کا مل گیا اور جو اشارے لکھے تھے ان کی ضرورت تک نہ رہی۔ خدا نے نہ چاہا کہ اس کے پیارے خلیفہ کو یہ چھوٹی سی تکلیف بھی پہنچے۔

بادی النظر میں ہو سکتا ہے کہ یہ واقعہ کسی کو معمولی محسوس ہو، لیکن مشکل وقت میں گو وہ کسی کی نظر میں کیسا ہی بے حقیقت کیوں نہ ہو، یہ مثال ہے اس نصرت الٰہی کی جو بفضل خدا ادنیٰ سے لے کر اعلیٰ ترین ناصرین خلافت کو بارگاہ عالی سے سدا سے میسر رہی ہے، مہیا ہے اور ملتی رہے گی، ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اسی نصرت کا اعلیٰ پیمانے پر یہ اظہار ہے کہ باوجود مہیب مخالفتوں کے، قافلۂ احمدیت، خدا کے وعدوں کے مطابق، ترقی اور کامیابی کی راہوں پر رواں دواں رہا ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ ہمیشہ آگے ہی آگے اپنی مقررہ منزل کی طرف تیز رفتاری سے بڑھتا رہے گا۔

☆☆......☆☆......☆☆

حضرت خلیفة المسیح الرابع رحمہ اللہ نے اپنے دور خلافت میں کئی دفعہ امریکہ کا دورہ فرمایا اور امریکہ تشریف لانے والے آپ دوسرے خلیفہ تھے۔ اپنے ایک دورے میں آپ نے وینکوور (Vancouver) کینیڈا جاتے ہوئے راستے میں سیاٹل (Seattle) امریکہ میں قیام فرمایا۔ شام کو وقت کم رہ گیا تھا، شمع کے گرد پروانوں کا ہجوم تھا اور سوال یہ تھا کہ محفل سوال و جواب ہو یا ملاقاتیں۔ آپ نے مجھے فیصلے کا اختیار دے دیا۔ میں نے تشنہ دلوں کے پر شوق چہروں پہ نظر ڈالی، عورتوں اور بچوں کا سوچا کہ خدا جانے انہیں ملنے کا دوبارہ کب موقع ملے، اور ملاقات کے حق میں اپنی رائے آپ کی خدمت میں عرض کر دی جسے آپ نے وقت کی پابندی کی شرط کے ساتھ قبول فرمالیا۔ تصویریں لینے کے لئے کیمروں اور فلم کا انتظام، مشتاقین کی فہرستیں بنانے کا انصرام، ملاقات کے کمرے کی تیاری، کس کی پہلے اور کس کی بعد میں باری، یہ سارے کام بہت سارے دوستوں کی توجہ اور فوری پیشکش اور بروقت عملی اقدام سے سرانجام پائے۔ اس روز ملاقات کا ہو جانا اس علاقے کے احباب اور دوستوں کے لئے آپ کے ساتھ تصویروں کی صورت میں آپ کی ایک ابدی یادگار چھوڑ گیا کیونکہ اس مرد حق کا اس شہر میں دوبارہ آنا نہ ہو سکا۔

☆☆......☆☆......☆☆

آج آپ اس جہان فانی سے جاتے ہوئے حزیں فرزندان احمدیت کے پاس بہت سی یادوں کے پُرمحبت اور خوبصورت پھول چھوڑ گئے ہیں۔ آپ کے ساتھ کھنچوائی ہوئی تصویریں، آپ کے حسن خطابت کا لطف، آپ کے ساتھ گزارے ہوئے چند لمحے، مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ، علمی و تربیتی خطبات، بلند پایہ تحقیقی تحریریں اور دل گرما دینے والے اشعار۔ ان یادگار پھولوں کی خوشبو خلافت کی وہ برکتیں ہیں جو آپ کے ذریعے ہمیں ملیں خداوند باری کے وجود اور اس کی عظمت و جبروت کے وہ نشانات ہیں جو ہم نے آپ کے ذریعہ دیکھے، خداوند باری کا وہ عرفان ہے جو آپ کے ذریعے ہم تک پہنچا، روحانیت کی وہ منزلیں ہیں جو ہم نے آپ کے قدم بقدم طے کیں۔ بلکہ آپ سے ملنے، آپ کو سننے، یا آپ کے ساتھ تصویر کھنچوانے کے پس پردہ در اصل انہی الٰہی نعمتوں کے حصول کی چاہتیں اور خواہشیں ظاہراً یا پوشیدہ طور پر کارفرما تھیں۔

یہ یادیں تو وہ دریچے ہیں جن کے کھولنے سے ہم اس فانی اور بے ثبات دنیا میں اپنے پیارے خدا کا پیارا چہرہ، خلافت علی منہاج النبوة کی برکات سے اپنے سامنے روشن پاتے ہیں، جس سے آج دنیا کے ایک بڑے حصے نے یا تو اپنے تکبر کی وجہ سے منہ پھیرا ہوا ہے یا ان تک مسیح وقت کی آواز ابھی تک نہیں پہنچ سکی۔ تشکر احسان کے طور پر ہم پر واجب ہے بلکہ لازم ہے کہ ہم آپ کی کوششوں کو آپ کی یاد میں زندہ رکھنے کے لئے اپنی خدا داد صلاحیتوں کو کماحقہ استعمال کرتے ہوئے، آسمانی صحیفوں میں نوشتہ نصرت حق کے وعدوں کے سائے میں، دعوت الی اللہ کے کام کو خلافت خامسہ کی قیادت میں اس کے انتہا تک پہنچا دیں۔ اے اللہ تو ہمیں اس کی توفیق عطا فرما۔

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم و دلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔ خط و کتابت کیلئے ہمارا پتہ حسب ذیل ہے۔ براہ کرم خطوط میں اپنے مکمل پتہ کے علاوہ فون نمبر بھی ضرور تحریر فرمائیں:

AL-FAZL DIGEST, 22 DEERPARK ROAD, LONDON SW19 3TL U.K.

"الفضل ڈائجسٹ" کی ویب سائٹ کا پتہ یہ ہے:۔

http://www.alislam.org/alfazal/d/

سرزمین ربوہ کا تاریخی اور روحانی پس منظر

روزنامہ "الفضل" ربوہ ۲۰و۲۱ ستمبر ۲۰۰۲ء کے شماروں میں مکرم مولانا دوست محمد شاہد صاحب کے قلم سے ربوہ کے تاریخی اور روحانی پس منظر پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔

علامہ ابن خلدون نے نئے شہروں کی تعمیر کے سلسلہ میں حضرت عمرؓ کی ہدایات کا ذکر کیا ہے۔ ان ہدایات کے مطابق کوفہ اور بصرہ آباد کئے گئے۔ چنانچہ دونوں کا آغاز سرکنڈے کے کچے مکانات سے ہوا اور جب پختہ عمارات کا مرحلہ آیا تو سب سے پہلے مرکزی مسجد بنائی گئی جس کے ساتھ قصرامارت بھی تعمیر ہوا۔ ربوہ کی تعمیر بھی قریباً انہی خطوط پر ہوئی۔

تیسری صدی قبل مسیح میں چندر گپت موریہ نے چنیوٹ سے باہر نکل کر قریباً پورے مغربی پنجاب پر اپنا اقتدار قائم کرلیا تھا۔ اس کامیابی میں ایک برہمن مصنف اور دانشور چانکیہ کا بھاری عمل دخل تھا جس نے سیاست مدن پر "ارتھ شاستر" نامی کتاب بھی لکھی۔ وہ پہلا ہندو مصنف ہے جس کی کتابوں کے تراجم خلیفہ مامون الرشید نے عربی میں کرائے۔

چنیوٹ کی مرکزی اہمیت کے پیش نظر ہندو حکمرانوں نے دریائے چناب کے دوسرے کنارے کو بھی اپنی تمدنی اور مذہبی سرگرمیوں کا مرکز بنانا چاہا۔ تاریخی حقائق سے علم ہوتا ہے کہ ربوہ کے مقام پر سکندراعظم کے حملہ سے پہلے سنسکرت یونیورسٹی تھی اور اس شہر یا یونیورسٹی کا نام اہچاھن تھا۔ ایک دوسری تاریخی کتاب میں تحریر ہے کہ پہلا شہر دریا کے پار تھا جو کسی بڑی جنگ میں تباہ ہوگیا۔ بعد میں رانی چندن نے اسے دریا کے دوسری طرف بسایا اور "چندن وٹ" سے یہ چنیوٹ مشہور ہوا۔

ایک تاریخی روایت ہے کہ چنیوٹ ایک بہت قدیم شہر ہے جو ریاست عسفان کا دارالحکومت تھا۔ جب عرب فوج نے اس شہر پر حملہ کیا تو یہاں ایک ہندو راجہ حکمران تھا۔ ایک سو عرب سپاہی شہر فتح کرنے میں کام آئے جن کا قبرستان شہر کے باہر موجود ہے۔ عرب جرنیل محمد بن قاسم بھی (۷۱۱ء میں) چنیوٹ سے جہلم اور وہاں سے کشمیر گیا۔

ایک اور روایت کے مطابق ربوہ کی پہاڑیوں کے دامن میں محمود غزنوی کے سپاہیوں کی قبریں ہیں جن کی مقامی ہندو راجہ سے خونریز جنگ ہوئی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس جگہ بے آبادی کے زمانہ میں مسافروں کو صبح کی اذان سنائی دیا کرتی تھی۔

۱۸۴۸ء میں ضلع جھنگ برطانوی عملداری میں آیا اور ۱۸۶۱ء میں اس ضلع کو تین تحصیلوں میں تقسیم کیا گیا۔ ربوہ جس خطہ پر آباد ہوا یہ "چک ڈھگیاں" کے نام سے موسوم ہے اور ۱۰۳۴ ایکڑ پر مشتمل ہے۔ سلطان محمود نے یہ علاقہ ایاز کی عملداری میں دیدیا تھا۔ قطب الدین ایبک نے اسے اپنی ریاست ملتان میں شامل کرلیا۔ بعد میں شیر شاہ سوری اور پھر اکبر جیسے بادشاہوں کے زیرنگیں رہا۔ اسی دَور میں ربوہ سے متصل دریائے چناب کے دوسرے کنارے پر حضرت شاہ بوعلی قلندرؒ ساڑھے سات سال محوِ عبادت رہے۔ اُن کی چلہ گاہ اور حجرہ آج بھی مرجع خلائق ہے۔

ربوہ کے قرب و جوار میں بہت سے ایسے اولیاء آسودۂ خاک ہیں جن کے اثرات صدیوں بعد آج بھی لاکھوں دلوں میں روشن ہیں۔ ان کی تفصیل "تذکرۃالاولیاء جھنگ" میں ملتی ہے۔ ان میں حضرت سلطان باہوؒ اور شیخ محمد بہلولؒ کو ممتاز مقام حاصل ہے۔ حضرت سلطان باہوؒ قریباً ۱۴۰ کتب کے مصنف تھے۔ آپؒ خود فرماتے ہیں:

"حضرت سرور کائنات ﷺ اس فقیر کو باطن میں اپنے حرم محترم کے اندر کمال شفقت اور مرحمت سے لے گئے اور آنحضرت ﷺ اور امہات المومنین نے مجھے اپنے نوری حضوری فرزند کے خطاب سے سرفراز فرمایا۔"

حضرت شیخ محمد بہلولؒ، سلطان فتح علی ٹیپوؒ کے جدامجد تھے۔ یہ سلطان ٹیپوؒ ہی تھے جنہوں نے اپنی فوج کا نام جماعت احمدی اور سونے کے شاہی سکے کا نام احمدی رکھا تھا۔ انہوں نے ایک نیا اسلامی کیلنڈر بھی جاری فرمایا تھا جس کے پہلے مہینہ کا نام بھی احمدی تھا بلکہ اپنے دارالسلطنت سرنگاپٹم کی مسجد کو "مسجد احمدی" سے موسوم فرمایا۔

لفظ احمدی کی یہ ترویج و اشاعت آسمانی تحریک کی بدولت ہورہی تھی کیونکہ حضرت باہوؒ کی ولادت سے اٹھارہ سال قبل حضرت مجدد الف ثانیؒ کو الہاماً بتایا جاچکا تھا کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ رحلت کے ایک ہزار اور چند سال بعد حقیقت محمدی اپنے مقام سے عروج فرمائے گی اور حقیقت کعبہ کے مقام سے متحد ہوجائے گی۔ اس وقت حقیقت محمدی کا نام حقیقت احمدی ہوجائے گا۔

جماعت احمدیہ کا قیام ۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء کو عمل میں آیا۔ اگلے ہی روز ۲۴ مارچ کو چنیوٹ کے حضرت مرزا خدابخش صاحبؓ (مترجم چیف کورٹ لاہور) نے بیعت کی سعادت حاصل کی۔ ان کا نام ۳۱۳ صحابہؓ کی فہرست میں ۲۴ ویں نمبر پر درج ہے۔ ۱۹ مئی ۱۸۹۰ء کو چنیوٹ کی بستی برجی لون کے حضرت میاں محمد دین صاحبؓ ولد پٹھانا اور ۴ ستمبر ۱۸۹۰ء کو چنیوٹ کے باشندے حضرت میاں نور احمد صاحبؓ اس پاک جماعت سے وابستہ ہوئے۔ چنیوٹ کے حضرت شیخ عطا محمد صاحبؓ (تاجر اشٹام فروش) کا نام حضرت مسیح موعودؑ نے ۳۱۳ صحابہؓ کی فہرست میں ۲۴۱ نمبر پر درج فرمایا ہے۔ اسی طرح اس علاقہ سے تعلق رکھنے والے بہت سے پاک وجودوں نے حضرت مسیح موعودؑ کے دست مبارک پر بیعت کی سعادت حاصل کی۔

حضرت مصلح موعودؓ کو اللہ تعالیٰ نے بہت پہلے یہ خبر دیدی تھی کہ قادیان اور اس کے گردونواح میں دشمن حملہ آور ہوگا اور قادیان سے جالندھر تک خوفناک تباہی آئی گی۔ قادیان کی بستی پر بھی دشمن کا غلبہ ہوگا البتہ مسجد مبارک کا حلقہ محفوظ رہے گا۔ آپؓ پہاڑیوں کے دامن میں واقع میدان میں نیا مرکز تعمیر کریں گے اور یہ واقعہ پسر موعود سے متعلق انکشاف کے بعد پانچ سال کے عرصہ میں ہوگا۔ اس انقلاب کے بعد خدا کا نور تمام دنیا میں جائے گا۔ (یہ رؤیا ۱۹۳۸ء میں شائع ہوئی۔ ۱۹۴۴ء میں پسر موعود سے متعلق انکشاف ہوا)۔

۵ جنوری ۱۹۰۰ء کو داتہ ضلع ہزارہ کے بزرگ حضرت میر گل شاہ صاحبؓ نے حضرت مسیح موعودؑ کے نام اپنے مکتوب میں لکھا کہ آپؑ کو کشفاً ایک نقشہ میں قادیان سے اوپر ایک اور مقدس شہر کا نقشہ دکھایا گیا ہے جس کا نام آپؑ کو بھول گیا۔

حضرت چودھری غلام حسین صاحب آف جھنگ نے ۱۹۳۲ء سے قبل (ان دعاؤں کے نتیجہ میں کہ "یا اللہ! تین کو چار کرنے سے کیا مراد ہے؟") ایک خواب دیکھا کہ دو پہاڑیاں ہیں اور درمیان میں ایک میدان میں جلسہ مصلح موعود ہے اور خدام نے کام کرتے ہوئے دو پہاڑیوں کے درمیان سڑک بناڈالی ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی عظیم الشان پیشگوئی مصلح موعود کے مذکورہ الفاظ کی دلکش عملی تعبیر ربوہ بھی ہے۔

بانی ربوہ سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے ایک پُرشوکت پیشگوئی میں یہ اعلان فرمایا:

"ربوہ کے چپے چپے پر اللہ اکبر کے نعرے لگ چکے ہیں اور رسول کریم ﷺ پر درود بھیجا جاتا ہے۔ یہ بستی انشاء اللہ قیامت تک خدا کی محبوب بستی رہے گی۔ یہ بستی انشاءاللہ کبھی نہیں اجڑے گی بلکہ قادیان کی اتباع میں اسلام اور محمد رسول اللہ ﷺ کے جھنڈے کو بلند سے بلند تر کرتی رہے گی۔"

محترم محمد شفیع خان صاحب نجیب آبادی

روزنامہ "الفضل" ربوہ ۲۵ نومبر ۲۰۰۲ء میں مکرم مسعود رشید احمد خان صاحب اپنے والد محترم محمد شفیع خان صاحب نجیب آبادی کا ذکر خیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ مرحوم ۱۹۴۸ء میں کراچی آئے اور گولیمار کے علاقہ میں ایک کوارٹر لے کر اُس میں قیام کیا۔ پھر یہاں چند اَور احمدی بھی آکر آباد ہوئے تو یہاں جماعت قائم ہوئی جس کے پہلے صدر آپ مقرر ہوئے۔ بطور زعیم انصاراللہ بھی کام کیا اور کراچی کے شعبہ مال میں بھی سالہا سال خدمت کی توفیق پاتے رہے۔ گولیمار میں احمدیہ مسجد کی تعمیر وقار عمل کے ذریعہ ہوئی اور یہیں آپ سیرۃالنبی ﷺ کے جلسے اور دیگر پروگراموں کا انعقاد کرتے رہے۔ خود بھی شاعر تھے اسلئے مشاعرے بھی منعقد کئے جاتے۔ بہت خوش لباس اور خوش اخلاق تھے۔

رات کو جلد سوتے اور صبح تہجد ادا کرکے تلاوت قرآن کرتے رہتے۔ پھر فجر کی نماز کے لئے سب کو جگاتے اور باجماعت نماز ادا کی جاتی۔ پھر حضرت مسیح موعودؑ کی کتب سے درس دیتے۔ تمام جماعتی اخبارات و رسائل منگواتے اور اُن کو فائلوں میں محفوظ رکھتے۔ ۲۹ ستمبر ۱۹۸۶ء کو ۸۲ سال کی عمر میں وفات پائی۔ موصی تھے اس لئے بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین ہوئی۔

مکرم چودھری ظفر ممتاز صاحب

روزنامہ "الفضل" ربوہ ۲۳ اگست ۲۰۰۲ء میں مکرم پروفیسر راجا نصراللہ خانصاحب کے قلم سے مکرم چودھری ممتاز احمد صاحب کا مختصر ذکر خیر شامل اشاعت ہے۔

مکرم چودھری صاحب ۱۹۳۷ء میں گھٹیالیاں ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ نو سال کی عمر میں والد کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ میٹرک کے بعد ربوہ آگئے اور یہاں سے B.A کرکے آڈیٹر جنرل آف پاکستان کے دفتر میں ملازم ہوگئے۔ ۱۹۹۸ء میں ریٹائرمنٹ کے بعد ربوہ میں ایک کشادہ مکان بنوایا اور شہاب رائس ملز کے نام سے کاروبار شروع کیا۔ بہت مخیّر اور ہمدرد تھے۔ غرباء کی مدد کرنے کے مواقع تلاش کرتے۔ رمضان میں مستحقین کے گھروں میں پانچ پانچ کلو چاول کے تھیلے بھجواتے۔ محلّہ کی مسجد کی تعمیر میں دل کھول کر چندہ دیا اور اینٹیں بھی مہیا کیں۔ خود پوچھتے کہ کوئی ضرورت تو نہیں اور ہر خدمت کیلئے خوشی سے حاضر رہتے۔

روزنامہ "الفضل" ربوہ ۶ نومبر ۲۰۰۲ء میں شامل اشاعت مکرم ڈاکٹر محمود الحسن صاحب کی ایک نظم سے انتخاب پیش ہے:

ہر گام ایک رہرو رفتہ دکھائی دے
ہر نقش پا میں ایک سراپا دکھائی دے
جلوہ نمائی اس کو گوارا نہیں، مگر
پردہ کرے وہ ایسا کہ گویا دکھائی دے
اے کاش مجھ میں ایسے سما جائے تُو کہ پھر
دیکھوں جدھر ترا ہی سراپا دکھائی دے

Al Fazl International Weekly, London

16 GRESSENHALL ROAD, LONDON SW18 5QL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611

Vol. 10 Friday, May 16, 2003 Issue No. 20

بینن کی سرزمین پر افریقہ کے تاریخ ساز ۱۸ ویں جلسہ سالانہ کے موقعہ پر تشریف لانے والے بادشاہوں اور دیگر سرکردہ افراد کے تأثرات

(رپورٹ :ڈاکٹر عبد الوحید ۔افسر جلسہ سالانہ بینن)

(تیسری و آخری قسط)

بینن کے مختلف بادشاہوں کی آمد اور چند ایک تأثرات

الحمد للہ کہ بینن کے اس جلسہ سالانہ میں شرکت کرنے کے لئے بینن، نائیجر اور نائیجیریا کے ۱۷ بادشاہ تشریف لائے۔

کنگ آف پاراکو(Parakou):

جناب کنگ آف پاراکو (Parakou)وہ بادشاہ ہیں جنہیں پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ نے اپنے دستِ مبارک سے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے بابرکت کپڑوں کا تبرک دیا۔آپ حضور انور سے تین مرتبہ ملاقات کر چکے ہیں اور جلسہ لنڈن اور جرمنی میں شرکت کر چکے ہیں۔آپ بینن کی کنگز کی کمیٹی کے صدر ہیں اور حکومت میں جانی پہچانی اور بااثر شخصیت ہیں۔

آپ نے بینن کے تمام بادشاہوں کی طرف سے تقریر کی اور آنے والے مہمانوں کو اپنے سفر لندن اور جرمنی کے متعلق بتایا اور اُن دلچسپ اور ناقابلِ فراموش یادوں سے پردہ اُٹھایا جو آپ کی حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے ملاقات کے دوران آپ کو نصیب ہوئیں۔آپ نے اپنے پیغام میں جماعت احمدیہ کی خوبیاں بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ فقط یہی وہ پلیٹ فارم ہے جو آج ہمیں امن اور سلامتی کا پیغام دے رہا ہے۔ہمیں اس جھنڈے تلے اکٹھا ہونا اور ہمیشہ اکٹھا رہنا ہے۔

آنجناب سلطان آف آگادیس نائیجر:

جناب سلطان آف آگادیس، نائیجر کے سب بڑے سلطان ہیں۔آپ President of all the traditional Vulaars Niger بھی ہیں۔آپ صدر مملکت نائیجر کی خصوصی کابینہ کے چار میں سے ایک فرد بھی ہیں اور اہم ترین مشوروں میں آپ کے مشوروں کو قیمتی سمجھا جاتا ہے۔

آپ نے اپنے ملک کی طرف سے پیغام پیش کیا۔آپ نے بھی اپنے سفر برائے جلسہ لندن کا ذکر کیا اور احمدیت کو عالمگیر اسلام پیش کرنے والا بتایا۔آپ نے کہا کہ ہمیں یہاں آنے سے قبل ہرگز احساس نہ تھا کہ کس قدر بڑے اجتماع میں شمولیت کے لئے ہم جارہے ہیں اور یہاں پر ہزاروں افراد کو نماز پڑھتے دیکھ کر ہمارا دل خوشی سے اُچھل رہا ہے اور ہم مسلمان ملک سے آئے ہیں۔مگر وہاں بھی اس قدر بڑا اجتماع خالصتاً للہ ہوتے نہیں دیکھا۔آپ نے سب آنے والوں کا شکریہ ادا کیا اور اُن کے حق میں دعا کی۔

امام صاحب توئی گاؤں(Toui Village):

جناب امام صاحب توئی گاؤں نے جہاں ہمارے اس جلسہ کا انعقاد ہوا اپنے گاؤں کی طرف سے خیر سگالی کا پیغام دیا۔آپ نے اپنے گاؤں میں احمدیت کے آنے کے متعلق احباب کو آگاہ کیا اور بعدازاں مخالفین کے پروپیگنڈہ کے بارہ میں بھی بتایا جو انہوں نے احمدیت کے خلاف کرنے کی کوشش کی۔آپ نے نومبائعین احمدیوں کے حوصلوں کو بڑھاتے ہوئے اپنے گاؤں اور خود اپنی مثال کو پیش کیا۔

آپ نے جماعت احمدیہ کے ذریعہ نازل ہونے والی برکتوں کے ذاتی مشاہدوں کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ وہ اور ان کا گاؤں ہمیشہ اسلام احمدیت کے خادم رہیں گے اور احمدیت کی ترقی کے لئے کوشاں رہیں گے ۔انہوں نے اپنے گاؤں کی طرف سے احمدیت کو خوش آمدید کہا اور جلسہ سالانہ کے انعقاد پر مبارکباد دی۔

لوکل معلمین کی تربیتی تقاریر و سوال وجواب

رات ڈنر وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد لوکل معلمین نے اپنے علاقہ جات سے آئے احباب کے درمیان بیٹھ کر تبلیغ وتربیت کے متعلق تقاریر کیں جن کو احباب نے بہت پسند کیا۔چونکہ یہ تقاریر لوکل زبانوں میں تھیں اس وجہ سے لوگوں کو سمجھنے میں بھی آسانی رہی اور لوگوں نے لوکل معلمین سے سوال و جواب بھی کئے۔

دوسرا دن

جلسہ کے دوسرے دن یعنی ۲۱ /دسمبر بروز ہفتہ جلسہ کی کارروائی کا آغاز صبح نماز تہجد سے ہوا۔ بعدازاں نماز فجر اور درس قرآن اور درس حدیث ہوا۔ جلسہ کی کارروائی کا باقاعدہ آغاز مکرم امین جواہیر صاحب امیر جماعتہائے ماریشس نے کیا۔تلاوتِ قرآن کریم اور نظم کے بعد مکرم ومحترم الحاج مے شانو صاحب امیر جماعتہائے نائیجیریا نے دعا کروائی۔دعا کے بعد صدر مجلس مکرم امیر صاحب ماریشس نے تقریر کی ۔آپ نے بتایا کہ بینن سے دور ہم بینن میں جماعت کی ترقی کی خوشخبریاں سنا کرتے تھے آج اللہ نے وہ موقع دیا ہے کہ خود اپنی آنکھوں سے احمدیت کی روشن ترقی پر گواہ بن گئے ہیں۔آپ نے اپنی تقریر میں احباب کو خاص طور پر نومبائعین کو بہت حوصلہ دیا اور روحانی ترقی کی منازل طے کرنے کی نصیحت فرمائی۔

آپ کی تقریر کے بعد مکرم حافظ جبریل سعید صاحب نائب امیر گھانا نے Humanity Services of Ahmadiyyat in Ghana کے موضوع پر تقریر کی۔آپ کی تقریر انگریزی میں تھی اور اُس کا رواں ترجمہ فرانسیسی اور چار لوکل زبانوں میں بھی ہوتا رہا۔آپ نے جماعت گھانا کے حوالہ سے احمدیت کی فلاحی اور رفاہی خدمات کا تذکرہ کیا اور بتایا کہ احمدیت کی برکات میں سے یہ بھی ایک بڑی برکت ہے۔اس کے علاوہ جلسہ میں شرکت کے لئے آنے والے معزز مہمانوں نے بھی اظہار خیال فرمایا جن میں عیسائی نمائندہ اور غیراز جماعت مسلم نمائندہ نے جماعت کے اس اتحاد پر مبنی قدم کو سراہا اور نیک تمنّاؤں کا اظہار خیال کیا۔نائب امیر صاحب بورکینا فاسو مکرم ناصر احمد سدھو صاحب نے بورکینا فاسو کے حوالہ سے احمدیت کا تعارف اور وہاں جاری ترقیات اور خدمات کا تذکرہ کیا۔مکرم الحاج مے شانو صاحب امیر جماعت احمدیہ نائیجیریا نے بھی اپنی تقریر میں آنے والے احباب کو مبارکباد دی اور تربیتی پہلو کو مدّنظر رکھنے کی نصیحت فرمائی۔آپ نے جماعت احمدیہ نائیجیریا کا تعارف اور اس حوالے سے جماعت کی ترقی کے متعلق بتایا۔آپ نے فرمایا کہ یہ دور جس سے ہم گزر رہے ہیں یہ اب احمدیت کی ترقی اور اُس کی سچائی کو شرق وغرب میں پھیلا دینے کا وقت ہے اور آج یہاں پر آکر اس بات میں کوئی شک باقی نہیں رہتا۔

کراٹے(Tae Kuando) کا ایک دلچسپ مظاہرہ

دیگر ممالک سے آئے احمدی وفود کی تقاریر کے بعد نائیجیریا اور بینن کے خدّام نے Tae Kuando کراٹے کا ایک مظاہرہ کیا اور کئی ایک داؤ پیچ حاضرین جلسہ کے سامنے پیش کئے۔

خطاب مرکزی نمائندہ

مکرم عبدالغنی جہانگیر خان صاحب نمائندہ خصوصی حضور ایدہ اللہ نے اختتامی دعا سے قبل حاضرین جلسہ سے خطاب فرمایا۔آپ نے اپنے خطاب میں جس کا موضوع تھا: "Importance of a Reformer In Islam and the System of Khilafat" میں فرمایا کہ آپ سب لوگ خوش قسمت ہیں جنہوں نے آنحضور ﷺ کی بیان فرمودہ پیشگوئی کے مطابق آنے والے اس زمانہ کے مجدّد اور مہدی حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی بیعت کی ہے۔آپ نے زمانہ کی بگڑی ہوئی حالت کے پیش نظر اس زمانہ میں اسلام کی زبوں حالی کا نقشہ کھینچ کر بتایا کہ مجدّد دین کے آنے کا یہی وقت ہے ۔اس وجہ سے آنحضور ﷺ نے اس زمانہ کی علامات بیان کرکے ایک مہدی کی آمد کی پیش خبری دی۔آپ نے جماعت احمدیہ کے خوبصورت اور ایمان افروز نظام خلافت کا تذکرہ فرمایا اور احباب کو اس نظام کی اہمیت، برکت اور فضیلت کے متعلق بتایا اور اس نظام سے وابستگی اختیار کرنے اور روز بروز پختگی میں ترقی کرنے کی تلقین فرمائی۔

(Sous Prefet) آفیسر Ovesse ڈویژن

آفیسر اویسے ڈویژن نے اختتام سے قبل سٹیج پر آکر ایک مرتبہ پھر جماعت احمدیہ کی خدمت کو سراہا اور جلسہ کے کامیاب انعقاد پر مبارکباد دی اور بڑے جذباتی فقرات میں مہمانوں کو الوداع کہا اور شکریہ ادا کیا اور عرض کی کہ ہم لوگ اپنے اس گاؤں میں ہمیشہ ہمیش کے لئے جلسہ کی میزبانی کے لئے تیار ہیں۔ آپ نے اپنے اختتامی خطاب میں یہ بھی بتایا کہ کس طرح اُن کے ڈیپارٹمنٹ میں جماعت احمدیہ نے میڈیکل، سپورٹس اور اخلاقی معیار بلند کرنے کے میدان میں خدمات ادا کی ہیں۔آپ نے اپنی اور حکومت کی طرف سے جماعت کا بےحد شکریہ ادا کیا۔

خطاب امیر صاحب بینن

اختتامی دعا سے قبل مکرم امیر صاحب بینن محترم حافظ احسان سکندر صاحب نے تقریر کی جس میں آپ نے آنے والے احباب کا شکریہ ادا کیا اور بعد ازاں آنحضور ﷺ کی سیرت پر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ہم سب کو حقیقتاً سچے اسلام کا پیروکار بن کر دکھانا چاہئے اور اپنے کردار سے آنحضور ﷺ کے سچے عاشق بن کر دکھانا ہوگا اس لئے ہمیں دوسروں پر اخلاقی برتری کا سوچنا چاہئے اور یہ صرف حضور ﷺ

باقی صفحہ نمبر۱۰ پر ملاحظہ فرمائیں

معاند احمدیت، شریر اور فتنہ پرور مفسد ملاؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے خصوصیت سے حسب ذیل دعا بکثرت پڑھیں

اَللّٰھُمَّ مَزِّقْھُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ وَ سَحِّقْھُمْ تَسْحِیقاً

اے اللہ انہیں پارہ پارہ کردے، انہیں پیس کر رکھ دے اور ان کی خاک اڑا دے۔